شانتال لیمرسیٹیر ——— کوئیلکوجے
ترجمہ: محمد یوسف

سوویت وسطِ ایشیا میں تصوّف

ایک تاریخی مطالعہ

۱۹۲۰ء سے اسلام مرکزی ایشیا اور قفقاز میں کمیونسٹ حکومت کے ماتحت چلا آرہا ہے۔ یہ ایک طویل اور عجیب تجربہ ہے جو نصف صدی کی اس لمبی جدوجہد کو پیش کرتا ہے جو ایک طاقتور منظم مشینری نے اسلام کو بحیثیت ایک مذہب، تہذیب اور ضابطۂ حیات کے کاملاً ختم کرنے کے لیے کی تھی۔ یہ ایک تعجب انگیز مگر منطقی تناقض ہے کہ روس میں تصوف، اس سرکاری جنگجویانہ الحاد کے نظریے کے باوجود یا اس کی وجہ سے، گزشتہ آٹھ سال کی نسبت زیادہ متحرک طور پر اُبھرا ہے۔ یہی نہیں بلکہ تصوف کسی دوسرے اسلامی ملک کی نسبت یہاں زیادہ قوت کا مالک ہے۔

میں اس مختصر مقالے میں یہ تجزیہ کرنے کی کوشش کروں گا کہ حکومت صوفی حلقوں یا سلسلوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتی ہے۔ نیز یہ واضح کروں گا کہ اس نئی صورتِ حال میں صوفی حلقے کیا روش اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً جلاوطن ہونا، شکار کیے جانا اور عملی طور پر ختم کر دیا جانا وغیرہ۔ یہ وہ حالات ہیں جن کو فقط تیرھویں صدی عیسوی میں ترکستان پر منگولوں کے حملے سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے۔ میں ان صوفی حلقوں کی اہمیت اور اُن کے کردار کا تجزیہ بھی پیش کروں گا۔

روس میں تمام صوفی حلقے خلافِ قانون ہیں۔ ایسی زیرِ زمین تنظیمیں جو روسی قانون کے مطابق غیر قانونی ہیں، روسی آئین کے کئی اساسی پہلوؤں سے متصادم ہیں۔ خاص طور پر مذہب کے ضمن میں عائد کیے جانے والے قوانین جو غیر رجسٹرڈ یا غیر مسجّل اجتماعات کو روکتے ہیں۔ سیاسی میل جول سے متعلق قانون سیاسی وابستگیوں پر سزا دیتا ہے۔ اس لیے کہ اُن کا مقصد "روسی طاقت" کا خاتمہ کرتا ہے۔ مذہب، ریاست اور مدرسے کی تفریق کے متعلق قوانین کے علاوہ اور بہت سے ایسے قوانین ہیں جو مذہبی تبلیغ پر، خواہ کسی صورت میں ہو، سزا دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ یہ قوانین اس وضاحت کے ساتھ سزا دیتے ہیں کہ یہ "مذہبی جنون"

ہے ۔ ایسا کوئی عوامی اظہار سزا سے نہیں بچ سکتا، اسی لیے ماسوا چند صوفیوں کی (Samizdat)
چند مخفی دستاویزات اور بعض روسی مسلمانوں کے ساتھ ذاتی روابط کے، ہمارا علم اصلاً سرکاری روسی تحریر شدہ
ذرائع پر قائم ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ سرکاری ذرائع یقیناً نامکمل، بہت زیادہ پر تعصب اور اکثر مبنی بر دروغ ہوتے
ہیں ۔ ایسی تحریروں میں اپنی راہ تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے ۔

شمال مشرق (قفقاز) میں صوفی حلقے

شمال مشرقی قفقاز (کا علاقہ جو درّہ دانیال اور بحیرہ کیسپین کے درمیان واقع سلطنت چیچن انگش اور
داغستان پر مشتمل ہے) مسلمانوں کے اُن آخری علاقوں میں سے ہے جہاں طریقت نے فروغ پایا ۔ لیکن ایک بار
مستحکم ہو جانے کے بعد تصوف نے (یہاں) ایک اہم اور نمایاں کردار ادا کیا ۔ غالباً یہی وہ علاقہ ہے جہاں آج
منظم صوفی تحاریک، اسلامی دُنیا کے دیگر ممالک کی بہ نسبت زیادہ فعال تر صورت میں موجود ہیں ۔

۱۹۷۹ء کی روسی مردم شماری کے مطابق یہ علاقہ دو لاکھ ستّر ہزار مسلمان آبادی پر مشتمل ہے. انقلاب اکتوبر
(۱۹۱۷) سے قبل یہ علاقہ متشدد روایت پسند مسلمانوں کا دفاعی حصار تھا ۔ اُس وقت پیشہ ور "ملّا" یا "عربی دان"
جیسا کہ وہ اس علاقے میں جانے جاتے تھے، ایک بہت ہی مؤثر گروہ کی نمائندگی کرتے تھے جو تقریباً چالیس
ہزار افراد پر مشتمل تھا یا یوں کہیے کہ کل مسلم آبادی کا پانچ فی صد تھا ۔ ۱۹۱۳ء میں داغستان میں دو ہزار ساٹھ
مسجدیں اور آٹھ سو مدرسے تھے ۔ علاوہ ازیں آٹھ سو چھ مساجد اور چار سو ستائیس مدارس چیچن کے علاقے
میں تھے، جب کہ قریبی علاقہ آذربائیجان جہاں (شیعہ سُنی آبادی اکٹھی تھی) ۱۹۱۷ء میں دو ہزار مسجدیں اور
سات سو چھیاسی مدرسے تھے ۔ نجم الدین سمرسکی (Samurski) جو داغستان کیمونسٹ پارٹی
کی مرکزی کمیٹی کا پہلا سیکرٹری تھا اور جس کے بارے میں یہ کہتا کہ وہ اپنے حریفوں کے بارے میں ہمدردی
کرتا ہے، اتہام لگاتا ہے، ۱۹۲۵ء میں وہ واضح طور پہ تحریر کرتا ہے کہ:

"داغستان صدیوں تک عرب تہذیب کا مرکز رہا ہے ۔ وہ شیوخ، امام، علما اور متعلّم جن سے ہم
ہر حلقے میں ملتے ہیں، عربی زبان کے ماہر ہیں ۔ ان لوگوں نے قدیم عرب تہذیب، سائنس اور فلسفے کو کلی طور
پہ پڑھا ہے، اور اسلامی علاقے (عرب) کی تمام لطافتوں یا باریکیوں کو اپنے اندر سمو رکھا ہے ۔ ان میں
سے بہت سے عربی زبان کے ایسے مشہور عالم تھے جو تمام اسلامی دُنیا میں جانے پہچانے جاتے تھے ۔ ہزاروں
عقیدت مند روس کے تمام مسلم علاقوں نیز ترکی اور ایران سے یہاں آیا کرتے تھے ۔ یہ لوگ اپنے تبحّر علم کے

باعث معزز تھے ، نیز ان کا قول قانون کی حیثیت رکھتا تھا ۔ داغستان میں مسلم علما ایسی واحد قوت تھے جن سے روسی حکومت کو نبٹنا تھا ۔ داغستان میں انقلاب دراصل علما کے خلاف ایک جدوجہد تھی ۔"

انقلاب کے ساٹھ سال بعد داغستان میں فقط ستائیس ، جب کہ چیچن ، انگش ری پبلک میں نو ، اور آذر بائیجان میں سولہ مساجد رہ گئیں ۔ قفقاز میں کوئی دینی مسلک باقی نہ رہا اور ان مسجل یعنی رجسٹرڈ علما کی تعداد غالباً تین سو سے کم ہے جو دو اسلامی روحانی نظام ۔ محاچ قلا ۔ (MAKHACH-QALA) (شمالی قفقاز کے سُنی باشندے) اور باکو (BAKU) (ورائے قفقاز کے شیعہ سُنی باشندے) کے ماتحت تھے ۔ یہاں نہ کوئی دینی ادب ہے اور نہ بظاہر کوئی دینی فکری یا دانشورانہ زندگی پائی جاتی ہے ۔ اس طرح روسی حکام کی کوششیں کامیاب ثابت ہوئیں اور اسلام کو ایک طرف کر دیا گیا ۔ نیز مذہب کو ایک " ذاتی مسئلے " کا درجہ دے کر ان کے قائدین کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنے سے محروم کر دیا گیا ۔ انھیں ہر قسم کی جماعتی یا گروہی زندگی میں خواہ وہ تہذیبی ہوں ، خواہ سماجی اور سیاسی ، حصہ لینے سے روک دیا گیا ۔

اگر اسے ایک سطحی اور شماریاتی انداز سے دیکھا جائے تو یہ یقیناً روس میں محکوم و مغلوب اسلام کا ایک منفی پہلو پیش کرتا ہے ۔ تاہم نظر غائر کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک مختلف اور تناقضی انداز ، اسلام کی ایک مثبت تصویر بھی فراہم کرتا ہے اور وہ یہ کہ روس میں اسلام ایک بے حد بے رحم دین دشمن دباؤ کے باوجود کسی بھی دوسرے مذہب کی نسبت بہتر انداز میں باقی ہے ۔ مثلاً ختنہ کرانا ، دین اسلام سے وفاداری کی علامت ہے ۔ آج بھی روس میں تقریباً تمام گھرانوں میں یہ رسم جاری ہے ۔ دینی تقریبات مثلاً شادی ، غمی اور بالخصوص تدفین میں لوگ بکثرت شریک ہوتے ہیں اور جو آج بھی اُن کے مسلمان ہونے کی علامت ہے ۔ مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے درمیان باہم شادی کرنا آج بھی ایک شاذ و نادر فعل ہے ۔ شمالی قفقاز اور مرکزی ایشیا میں ہونے والے حالیہ عمرانیاتی جائزے ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں دینی فرائض کی بجا آوری کسی نہ کسی صورت میں اچھی خاصی بلکہ اسّی فی صد تک ہے ، جب کہ قدیم روسی باشندوں میں بارہ سے لے کر پندرہ فی صد ہے ۔ شمالی قفقاز کے وہ مسلمان بیس فی صد سے بھی کم ہیں جو اپنے آپ کو ملحد کہتے ہیں ، جب کہ ساٹھ سے ستّر فی صد روسی عیسائی اپنے آپ کو ملحد کہتے ہیں ۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۲ء میں چیچن انگش ری پبلک (CHECHEN-INGUSH Republic) کے مشترکہ جائزے کے مطابق جو روس کے معاشرتی علوم کی اکادمی کے ادارے سائنٹفک الحاد (Institute of Scientific Atheism/Academy of Social Sciences.)

آموزی اور چیچن (OBKOM) کی کیمونسٹ پارٹی کی معاشرتی تحقیقی تجربہ گاہ نے کیا تھا، اس علاقے میں "مشترکہ قدامت پسند عوامی رائے" حاوی ہے، جو مقامی ملحدوں کو دین دشمن خیالات چھپانے پر مجبور کرتی ہے۔

بہر حال اس سے ناقابل یقین نتیجہ جو مارکسی انقلاب کی کامیابی کے ساٹھ سال بعد ظاہر ہوا اور جیسا کہ آج بھی عیاں ہے یہ ہے کہ اس انقلاب کا مقصد اس نوزائیدہ معاشرے سے دین کو مکمل طور پر ختم کرنا تھا۔

ہم اس ظاہری تناقض کو کس طرح بیان کریں کہ مسلمانوں کے عقیدے کی گہری اور واضح قوت روس میں سرکاری اسلامی اور تہذیبی اداروں میں صریح انحطاط کے باوجود باقی رہی۔ روسی ذرائع اس تناقضی کیفیت کو ماضی قریب یا آج تک "قدیم اختلاط" کی روشنی میں واضح کرتے ہیں جو "دینی اور قومی روایتوں کے درمیان" پایا جاتا ہے۔ ایسی وضاحت مشکل ہوگی کہ (مسلمانوں نے) اپنے آپ کو اوہام پرستی اور روحیت مظاہر (Animism) کے عقیدے کی پستی میں گرائے بغیر، باقی رکھا ہے، ایک دینی عقیدے کے طور پر جو "ماہرین جماعت" کی حاکمانہ راہبری پر منحصر ہے اور یہ "ماہرین" یعنی علمائے اسلام جو دینی فرائض ادا کرنے کے اہل ہیں باقی ہیں۔ یہ علمائے کرام، اسلامی اعتبار سے اتنی عربی جانتے ہیں کہ نماز پڑھ سکیں اور کتاب مقدس (قرآن) کو نہ صرف پڑھ سکیں بلکہ سمجھا سکنے پر بھی قادر ہیں۔ تاہم یہ علما، جماعت کی شکل میں مشکل ہی سے دین دشمن دباؤ کا مقابلہ کر سکتے ہیں تاوقتیکہ یہ عام لوگوں کے منظم گروہوں کی عوامی آرا کی مدد حاصل نہ کرلیں جو نہ صرف اپنے دین کا دفاع کرتے ہیں بلکہ اپنے عقیدے کی تبلیغ میں پیش پیش رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا دائم تمنا ہے جو تمام نظام کو منہدم کیے بغیر توڑا نہیں جا سکتا، اور یہ امر ایسے انہدام یا انحطاط پر دلالت کرتا ہے جہاں روسی حکام "علمائے دین" کو ختم کرنے یا ان کا اثر و رسوخ کم کرنے کی کوششوں کے معاملے میں باہم معاون ہیں۔

اس متصادم صورت حال کی متبادل اور بہتر اساس پر قائم ہونے والی وضاحت اکثر حالیہ اور معتبر روسی ذرائع سے ظاہر ہوتی ہے، اور وہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام کے روس میں باقی رہنے کی اصل وجہ "تماثل" یا غیر سرکاری اسلام ہے جو ایک پیچیدہ، زیر زمین راز مخفی یا نیم مخفی ادارہ ہے جو کہ بہت اچھی طرح منظم ہے اور جو سرکاری اسلامی نظام مراتب (Hierarchy) کی نسبت بہت زیادہ متحرک ہے، اور یہ (تنظیم) مسلمانوں کے چار روحانی اداروں کا نام ہے۔ ایک مشہور روسی کہنہ مشق دین دشمن تحریک (Lucian) (Klimovich) لکھتا ہے کہ "سنی اور شیعوں کے اسلام میں دو رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ایک "مسجدی" رجحان ہے جو مفتی اور شیخ الاسلام اور دیگر نمائندوں کی قیادت میں پروان چڑھا۔ نیز جو چار سرکاری

روحانی اداروں سے متعلق ہے۔ اور دوسرا رجحان "غیر مسجدی" ہے۔ یہ ایک قبائلی صوفی درویش یا "مریدی" رجحان ہے۔ جو "ایشاں" (Ishans) ، پیر ، شیوخ اور اساتذہ کی قیادت میں سرگرم عمل ہے اور ان کے فاضل افراد زیادہ تر شہروں سے باہر حلقوں (AULS) یا کشلاقوں (KISHLAKS) میں رہتے ہیں۔ یہ دو رجحانات قرونِ وسطیٰ سے اکٹھے چلے آرہے ہیں اور صدیوں سے صاحب عقیدہ لوگوں پر اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے باہم برسرِ پیکار ہیں۔ پچھلے برسوں میں "مسجدی رجحان" اور "صوفی رجحان" کے درمیان کشمکش شدید تر ہوگئی ہے۔ لیکن آج روس میں ہر جگہ "صوفی رجحان" کے مسلمان علما سرکاری سکہ بند علما کی نسبت تعداد میں زیادہ ہیں۔ بعض علاقوں میں مثلاً شمالی قفقاز اور خصوصاً چیچن انگش علاقے میں عملی طور پر تمام مسلمان علما کسی ایک مرید یا درویش کے حلقے سے وابستہ ہیں۔

شمالی قفقاز میں یہ متوازی اسلام دو صوفی حلقوں "نقشبندیہ" اور "قادریہ" کی جانب سے پیش کیا گیا ہے۔

نقشبندیہ سلسلہ :

شمالی مشرقی قفقاز میں نقشبندیہ سلسلہ نسبتاً قریبی دور میں پھیلا ہے۔ غالباً پہلا نقشبندی شیخ منصور اشرما (Mansur Ushurma) تھا، جس نے شمالی قفقاز میں تبلیغ کی۔ یہ چیچن (CHECHEN) تھا۔ اس کا تعلق آلدی حلقے (ALDY AUL) سے تھا۔ یہاں کوئی رسمی اشارہ ایسا نہیں ملتا کہ وہ نقشبندی تھا۔ نیز ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا مرشد کون تھا۔ تاہم چیچنی داغستان میں پائی جانے والی زبانی روایت کے مطابق وہ نقشبندیہ سلسلے سے تعلق رکھتا تھا، جس نے بخارا میں تصوف کی تعلیم پائی اور اغلباً کسی بخاری نقشبندی سے جو شمالی قفقاز سے مکہ معظمہ کے سفر پر جا رہا تھا۔ بعض روسی حلقے یا ذرائع اس کی مرکزی ایشیائی وابستگی کی تصدیق کرتے ہیں۔ این، وی، خانوف (N.V.Khanykov) اپنے رسالہ "مریدیت اور مرید" (قافاز نمبر ۱۵، تفلیز، ۱۸۴۷ ، KAVKAZ NO. 15, Tiflis, 1847) میں منصور کے بارے میں غلط طور پر کہتا ہے کہ "وہ اورنبرگ (ORENBERG) کے سرد صحرا یا لق و دق میدان کا اصلی باشندہ تھا، جس نے سائنسی علوم اور اپنی "دینی جنونیت" بخارا کے لوگوں سے مستعار لی اور یا پھر وہ خود ہی بخارا کا رہنے والا تھا۔ دیگر مصنف بشمول حسن القادری داغستانی (عصر داغستان، روسی ترجمہ مخاچ قلا (ASSARI DAGHISTAN, Russian Translation, MAKHACH- ۱۹۲۹، صفحہ ۱۱۴

QULA, 1929, PP. 114,) دعویٰ کرتا ہے کہ منصور نے سلطنتِ عثمانیہ کے کسی علاقے میں تربیتِ تصوف پائی، نیز ترکوں نے اسے چیچن اور داغستانی باشندوں کو روس کے خلاف جہاد میں حصّہ لینے اور اکسانے پہ مامور کیا تھا۔ یا ممکن ہے اسے ترکوں کی جانب سے چیچن اور داغستان کے لوگوں کو اکسانے یا اشتعال دینے کے لیے بھیجا گیا ہو تاکہ وہ لوگ روس کے خلاف جہاد میں حصّہ لیں۔ تاہم عثمانی تاریخی دستاویزات کے مواد کا تجزیہ یہ ثابت کرتا ہے کہ ترکمانی حکام منصور کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے تاوقتیکہ اس نے ۱۷۸۵ء میں روسیوں کے خلاف پہلی کامیابی حاصل کی۔ لہٰذا اناطولی وابستگی کا نظریہ ذہن سے نکال دینا چاہیے۔

دریائے شنزہ SUNZHA کی جنگ میں، جس میں ایک پوری روسی بریگیڈ تباہ کر دی گئی تھی، فتح کے بعد منصور نے کوہ پیماؤں کو غاصب کفار کے خلاف جہاد کے لیے پکارا اور پھر چند ہی سالوں میں تمام مشرقی علاقوں کو متحد کرنے میں کامیابی حاصل کی جو مغرب میں چیچن کے علاقے سے مشرق میں قومیق KUMYK کے لق و دق صحرا تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس کی تعلیمات، جہاں تک کم از کم ہم جانتے ہیں، دعوتِ جہاد تھی جو بعد میں آنے والے نقشبندی مرشدوں بالخصوص محمد یار گلر Muhammad of Yaraglar یا محمدؒ کے ساتھیوں سے خاصی مشابہت تھی۔

امام منصور نے بھی مغرب کے قفقازی Circassian قبیلوں کو ابھارنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ آخر کار وہ روسیوں کے یہاں قید ہو گیا اور ۱۷۹۱ء میں اناپا ANAPA کے عثمانی قلعے میں رکھا گیا۔ اس کے ساتھ ایک باغی کا سا برتاؤ کیا گیا۔ آخر اُسے عمر قید کی سزا دی۔ جہاں دو سال بعد وہ شلس برگ SCHLUSSELBURG کے قلعے میں فوت ہو گیا۔

منصور پہلا نقشبندی قائد تھا جس نے چیچن اور داغستان میں مقدس جنگ کی تبلیغ کی اور وہاں اپنا کوئی جانشین نہیں چھوڑا۔ اس کی مہم کا عرصہ خاصا مختصر تھا، جب کہ روسی دباؤ یا ظلم زیادہ سخت تھا۔ یہ امر بھی ناممکن تھا کہ اس کے متبعین اور ماہرین حلقہ اس کے ساتھ ہی منظرِ عام سے غائب ہو جاتے یا روپوش ہو جاتے۔ خواہ کوئی بھی وجہ ہو، یہ حقیقت ہے کہ نقشبندی قفقازی منظر سے آنے والے تیس برسوں تک تقریباً غائب رہے۔

شمالی قفقاز میں نقشبندی جدوجہد کا باب دوم بہتر طور پہ جانا جا سکتا ہے۔ ۱۸۲۰ء کے برسوں

میں یہ مسلک دوبارہ شیروان (SHIRVAN) میں پروان چڑھا اور وہاں سے مرکزی داغستان اور اوارستان (AVARISTAN) کی جانب پھیلا اور اس طرح یہ سلسلہ بلکہ (سلسلۂ زینہ نسب) واضح طور پر مستحکم ہو گیا ۔

" شیخ اسماعیل کردمیری یا (کردمیر کے علاقے سے تعلق رکھنے والے (KURDEMIR) پہلے نقشبندی مرشد تھے ، جنھوں نے شمالی شیروان میں تبلیغ کی ۔ وہ کردی شیخ خالد سلیمانی (HALID SULEYMAN) کے شاگرد اور مرید تھے جب کہ شیخ خالد خود ہندوستانی نقشبندی عبداللہ دہلوی کے پیروکار تھے ۔ شیخ اسماعیل کردمیر نے شیخ خاص محمد (KHAS MUHAMMAD) کو ابتدائی تعلیم تصوف دی جو کہ شیروانی بلکہ بعض دیگر ذرائع کے مطابق بخاری تھے اور جنھوں نے شیخ محمد آفندی یارگلر (MOHAMMAD EFEND of Yaraglar) کو خانیٔ کورین (KURIN KHANATE) میں جو جنوب داغستان میں واقع ہے ، ابتدائی دروس تصوف دیے اور یہ پہلے بزرگ تھے جنھوں نے ۱۹۲۵ء میں جہاد کی تبلیغ کی تھی ۔ اُنھوں نے مرکزی داغستان میں جمال الدین قاضی کوموخ (Jemaleddin of KAZI KUMUKH) - کو تعلیم دی جو داغستان کے امام اوّل غازی محمد اور امام سوم شامل کے استاد تھے ۔

بعد ازاں نقشبندی طریقہ یا مسلک (TARIQA) نے تاریخ قفقاز میں اہم کردار ادا کیا ۔ یہ طریقہ آہنی نظم وضبط ، طریقہ کے مقاصد کے ساتھ مکمل وابستگی اور سخت تربیت ، مناصب کے اصولوں پر قائم کیا گیا تھا ۔ یہ پہاڑوں پر بسنے والے قفقازی لوگوں کی روسی پیش قدمی کے خلاف شاندار مدافعت کا نقشہ پیش کرتا ہے ۔ یہ مدافعت جو نہ صرف تحریک کے قائدین کے لیے تھی بلکہ مقامی حاکمین کی بھی تھی ، ۱۸۲۴ء سے ۱۸۵۵ء تک جاری رہی ۔ مجاہدین کی اکثریت نقشبندی تھی ۔ یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ قفقازی جنگوں نے جو تقریباً پچاس سال تک جاری رہیں ، زار حکومت کے اخلاقی اور مادی ڈھانچے کو منہدم کرنے میں ضرور کردار ادا کیا ۔ بلکہ اس نے رومانوف (ROMANOV) کی شاہی حکومت کے زوال کی رفتار کو بھی تیز کر دیا ۔

علاوہ ازیں اس طریقے نے ایک اور کامیابی حاصل کی جو مؤثر اور دیرپا نتائج کی حامل ہے ۔ اس طریقے نے پہاڑوں میں رہنے والے " نیم کفار " کو صحیح العقیدہ مسلمان بنا دیا ، نیز اسلام کو روحیت مظاہر (Animism) پر ایمان رکھنے والے بالائی پچھڑے اور مغربی قفقاز کے (Circassian)

قبائل میں متعارف کرایا۔

۱۸۵۹ء میں "مریدیت" کی شکست اور بعدازاں ہونے والی قفقازی مسلمانوں کی ترکی میں وسیع پیمانے پر ہجرت نے داغستان اور چیچن میں نقشبندی سلسلے کو تباہ نہیں کیا۔ کیونکہ اس کی جڑیں خاصی گہری اور وسیع طور پر پھیلی ہوئی تھیں، تاہم یہ طریقہ یا سلسلہ اس بحران سے خاصا کمزور ہوگیا۔ امام شامل کے دور میں نقشبندی مرشد جمال الدین قاضی کوموخ (Jemaleddin of KAZI KUMUKH) نے ۱۸۵۹ء میں داغستان سے ترکی میں ہجرت کر لی اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کے دو جانشین حقالو محمد قاضی کاموخ (HAQALU MOHAMMAD QAZI KUMUKH) اور حاجی علی اصغر زاخول (Haji Ali Askar of Tsakhul.) کوبا کے اصلی شیروانی باشندے (A Shirvani of Kuba.) جن کو انھوں نے امام شامل کی شکست سے پہلے متعین کیا تھا، مکہ چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ ناجی نصراللہ (Naji Nasrullah of KABIR in Khanate of Kurin) جن کا تعلق کورن کے خانت میں کبیر کے علاقے سے تھا، غونب (GUNIB) کی جنگ میں مارے گئے۔ یہ امام شامل کی آخری مضبوط مدافعتی جنگ تھی۔ حاجی عبدالرحمٰن سوغرتل (Haji Abdurrahman of Sogratl) جو جمال الدین کے جانے کے بعد داغستان میں ماہر دینی شخصیت تھے، نے ۱۸۷۷ء میں چیچنا اور داغستان کی بغاوت میں اہم عملی کردار ادا کیا۔ یہ بعدازاں روسیوں کے ہاتھوں میں قید ہوگئے اور سائبیریا میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے اور مرید محمد آفندی نے جانشین کی حیثیت سے بغاوت کی قیادت سنبھالی، مگر قید کر لیے گئے اور بعد میں یہ ترکی میں ہجرت کر گئے۔ محمد آفندی یوسوخ (Muhammad Efendi of Usukh) کورن کے خانت (Khanate of Kurin) میں پہلے شخص تھے جو ۱۸۸۰ء میں حج بیت اللہ کے بعد واپس داغستان آئے اور نئے مریدوں کو تعلیم دینے کا عمل جاری رکھا۔

اس طرح تقریباً بیس برس ۱۸۵۹ء سے ۱۸۸۰ء تک اس سلسلے کی تمام تر سرگرمیاں معطل رہیں۔ قائدین یا تو قتل کر دیے گئے یا روسی قید خانوں میں مر گئے یا پھر ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ اس مسلک کے چھوٹے بڑے تمام علما شکست کے باعث دل برداشتہ ہو کر، نیز روسی فوج کے ظلم اور ملک پر فوجی قبضے کے باعث سلسلۂ قادریہ میں شامل ہوگئے۔

سلسلہ قادریہ اور اس کی شاخیں:

سلسلۂ قادریہ جو بارھویں صدی میں بغداد میں قائم ہوا، خاصی مدت کے بعد ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ قفقاز میں آیا اور یہ وہ وقت تھا جب پہاڑی باشندوں کی نقشبندی قیادت کے ماتحت تحریکِ مدافعت تقریباً اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔ سب سے پہلے یہ سلسلہ ایک داغستانی راعی کنتا حاجی کیشوف (Kunta Haji Kishiev) کے ذریعے متعارف ہوا۔ وہ انخو (INKHO) کے گاؤں کومک ( ) کا باشندہ تھا، مگر وہ ڈسٹرکٹ گوڈرمیز (GUDERMES) میں السکن لورٹ کے علی شان کے چیچن حلقہ میرت میں رہتا تھا (Chechen Aul of Eliskhan Lyurt)۔ روایت کے مطابق راعی نے بانیٔ سلسلۂ قادریہ کے مقبرے بغداد میں اس سلسلے کی تربیت پائی، جب کہ وہ حج ادا کرنے کے لیے مکہ آئے ہوئے تھے۔ کنت حاجی (Kunta Haji) نے چیچن واپس آکر تبلیغ شروع کی، مگر اسے نقشبندی مجاہدین کے معاندانہ رویے کے باعث دوبارہ حج کے لیے مکہ بھیج دیا گیا، کیونکہ یہ نقشبندی مجاہدین اس کے امن پسند وعظوں کے خلاف تھے۔ یہ ۱۸۶۱ء میں اس وقت واپس لوٹے، جب امام شامل کی شکست کے باعث نقشبندی جہاد کے انجام کو پہنچ رہے تھے۔

کنتا حاجی (Kunta Haji) نے شر کے ساتھ کھلے تصادم سے گریز کی تلقین کی، اور کفار کی بالادستی کو تسلیم کرنے کا درس دیا۔ اس قسم کے نعرے جنگ گزیدہ پہاڑی باشندوں میں مقبول تھے، جب کہ اس وقت کے شمالی قفقاز میں "انجام حیات" کے بارے میں انتہائی مایوسی کے خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ اس سلسلے نے، جس نے قفقاز میں "کنتا حاجی طریقت" سے عرف پایا، نقشبندی ذکر سری کے مقابل ذکر جہری کو (اس وقت سے ذاکرین اور ذکریت کی تراکیب روس اور روسی وقائع نگاری میں استعمال ہونے لگیں) سرور آور رقص و نغمہ اور بعد ازاں موسیقی کے شمول کو معمول بنا لیا۔ جب کہ یہ تمام معمولات امام شامل اور نقشبندی سلسلے میں ممنوعات میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا عقیدہ کم از کم ابتدا میں نقشبندی طریقے کے مقابل زیادہ متصوفانہ، پُرسرور اور دنیوی مسائل سے الگ تھلگ تھا۔

اس نئے طریقہ (TARIQA) نے چیچنیا اور عوار (AVAR) کے علاقے اور شمالی داغستان میں فوری اور شاندار کامیابی حاصل کی، اور یہی وہ علاقے تھے جہاں جنگی جدوجہد خاصی زور دار تھی اور روسی دباؤ خاص طور پر سخت تھا۔ چیچنیا سے قادری مرید تاحال روحیت مظاہر (Animism) انگوشتیا

(INGUSHTIA) میں پھیل گئے، جہاں اس وقت تک اسلام نہیں پہنچا تھا اور یہی وہ علاقہ تھا جہاں ۱۸۷۰ء کے برسوں میں کامیابی کے ساتھ تبدیلیٔ مذہب کا عمل ظہور میں آیا تھا۔

بہت جلد کُنتا حاجی کو اسی مسئلے کا سامنا کرنا پڑا جو تقریباً ۱۸۲۰ء میں نقشبندی قائدین کو درپیش تھا، اور وہ مسئلہ یہ تھا کہ آیا ایک صوفی کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کے بتائے ہوئے راستے پر جہاد میں حصّہ لیے بغیر عمل پیرا ہو، جب کہ اسلامی علاقے پر کفار قابض ہوں؟ روسی حکومت کی اسی منطق نے جو ناقابلِ برداشت حد تک ظالمانہ تھی، منفی رجحان کو پروان چڑھایا، جیسا کہ ایک روسی مورّخ لکھتا ہے کہ "کنتا حاجی کے ماہرین کی اکثریت امام شامل کے سابق جنگ جو افراد پر مشتمل تھی۔ حکومتِ زار کے استبدادی نظام سے دل شکستہ ہو کر نیز ان کی نئی تنظیم کے اختیارات کو دیکھ کر "مریدوں" نے "شر کے حضور عدم مقاومت" کے نعرے کی بجائے روسی انتظامیہ کے خلاف "راست اقدام" کے انداز میں سوچنا شروع کر دیا۔"

۶۲ - ۱۸۶۳ء میں چیچنا پر بے چینی کی ایک لہر چھا گئی تھی۔ جنوری ۱۹۶۴ء کے اوائل میں، روسی حاکموں نے قادری مریدوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی تعداد سے گھبرا کر نیز اس بات کو باور کر کے کہ نئی بغاوت ناگزیر ہے، کنتا حاجی کو گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا۔ اسی طرح ان کے بہت سے مریدوں کو بھی ملک بدر کر دیا۔ ۱۸ جنوری ۱۸۶۴ء کو تقریباً چار ہزار مرید جو چیچنا کے علاقے "شالی" (SHALI) میں جمع ہوئے تھے، بندوق کی گولی سے بکھیر دیئے گئے جن میں سے کوئی دو سو آدمی مارے گئے، جب کہ ایک ہزار زخمی ہوئے اور بہت سوں کو گرفتار کر کے ملک بدر کر دیا گیا۔

کنتا حاجی مئی ۱۸۶۷ء میں روسی جیل میں فوت ہوئے۔ ان کے طریقے (TARIQA.) کو سرکاری طور پر غیر قانونی تو قرار نہ دیا گیا مگر "ذکرِ جہر" سختی سے روک دیا گیا۔ نیز روسی حکومت نے قادری مریدوں کی ترکی کی جانب کثیر تعداد میں ہجرت کی حوصلہ افزائی کی۔ ۱۸۶۵ء میں تقریباً پانچ ہزار چیچن خاندانوں نے شمالی قفقاز سے سلطنت عثمانیہ کی طرف ہجرت کی، اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس سب کے باوجود قادری مسلک کے پھیلاؤ کو روکا نہ جا سکا۔

۱۸۷۷ء میں نقشبندیہ اور قادریہ دونوں سلسلوں نے چیچنا اور داغستان میں ایک بڑی بغاوت میں عملاً حصّہ لیا۔ داغستان میں باغیوں کے نقشبندی قائد شیخ حاجی محمد تھے (جو شیخ عبدالرحمٰن سوغرتل کے صاحبزادے تھے) اور ان کے معتقدین میں بہت سے نقشبندی علما شامل تھے۔ اس کے برعکس چیچنا

میں "غازیوں" کی اکثریت قادری تھی ۔ وہ قائدین جو جنگ میں کام نہ آئے انھیں پھانسی دے دی گئی ۔ ہزاروں مریدوں کو سائبیریا بھیج دیا گیا۔ یہ ایک حیران کن تناقض ہے کہ ۱۸۷۷ء کی بغاوت کی ناکامی، شمالی قفقاز میں طریقہ کے زوال کی بجائے ایک نئے شاندار پھیلاؤ کا نقطہ آغاز ثابت ہوئی ۔

۱۸۷۷ء اور ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے درمیانی عرصے میں چیچنا اور انگوشتیا (CHECHNA - INGUSHETIA) کی باشعور آبادی نقشبندی یا قادری مسلک سے نسبت رکھتی تھی ۔ اور یہی بات اگرچہ چھوٹے پیمانے پر سہی، داغستان کے لوگوں پر بھی صادق آتی ہے ۔ تاہم ۱۸۷۷ء کی شکست نے شمالی قفقاز کے صوفی حلقوں کی سرگرمیوں کی ہیئت کو بدل کر رکھ دیا ۔ کچھ عرصے کے لیے یعنی ۱۹۱۷ء تک غزوات کا تصور بھلا دیا گیا، اور دونوں مسلکوں نے ایک زیر زمین نیم سازشی تنظیموں کی حیثیت اختیار کر لی ۔ ۱۸۷۹ء سے ۱۹۱۷ء کے درمیان کی دو بڑی شکستوں اور شدید ظلم وستم کی یاد کے باوجود صوفی حلقوں نے شمالی قفقاز میں قابلِ قدر مقام حاصل کر لیا ۔ جب کہ اکثر قائدین گرفتار کر کے سائبیریا کے صحرا میں بھیج دیے گئے تھے ۔

اس وقت کے پس منظر میں یہ بات خاصی غیر معمولی معلوم ہوتی ہے ۔ اس لیے کہ تمام دُنیائے اسلام میں صوفی حلقے اپنا سیاسی اثر کھو رہے تھے، آزاد یا جنوبی جدید اصلاحی تحریک نے جو غیر معمولی قوت کے ساتھ تاتار، کریمیا اور آذری (AZERI) میں برپا تھی، زور پکڑ لیا تھا، حلقے کو پسِ پشت ڈال دیا تھا ۔ یہ ایک عجیب تاریخی تناقض ہے کہ قفقاز میں صوفی حلقے نے جو زوال پذیر نہیں، عملی طور پر سرکاری اسلام کو اپنے اندر جذب کر لیا ہے ۔ تقریباً تمام عربی دان اور چیچن اور داغستان کے علما اس طریقے کے رکن تھے اور ان کی شناخت یہ تھی کہ وہ قومی مقاومت، قومیت کے احیا کی جدوجہد نیز عام طور پر روسی استبداد کے خلاف جہاد کو جاری رکھے ہوئے تھے ۔

اسی دور میں نئے قادریہ اور پرانے نقشبندیہ سلسلے کے درمیان ایک موافقت پیدا ہو گئی ۔ پہلے مسلک نے زیادہ تر امرا و شرفا یا اونچے طبقے کے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا، جب کہ دوسرے مسلک نے اپنے سادہ عقیدے، سرور اور رقص اور "ذکر جہر" سے زیادہ تر غریب اور نسبتاً غیر مہذب اور غیر ترقی یافتہ دیہی آبادی میں مقبولیت حاصل کی ۔ جغرافیائی طور پر نقشبندی سلسلہ شمالی قفقاز (داغستان) کے شمالی حصّے میں ———— چھایا ہوا تھا ۔ جب کہ قادری سلسلے کے نمایاں قلعے

یا مراکز چیچن انگش CHECHEN-INGUSH کے ملک میں تھے۔ تاہم ۱۸۸۰ء اور ۱۸۹۰ء کے برسوں میں، ایک "عجیب علاقائی بقائے باہمی" کا احساس ان دونوں سلسلوں کے درمیان رونما ہوا۔ نقشبندیہ سلسلے کی ایک اکسائی سلطنت (Aksay Dynasty) جو قومیق مرشد (KUMYK) (MURSHID) نے ۱۸۷۳ء میں قائم کی تھی (اور وہ غالباً شیخ عبدالرحمٰن سوغرتل کے پیروکار تھے اور جو شیخ بشیر (عکس لورٹ کے شیخ ابو اکسائی (Shiekh Abu of Aksay Dynasty) کہلاتے تھے، نیز ان کا تعلق حساف یرت کے شمال داغستان کے ایک ڈسٹرکٹ سے تھا) انھوں نے چیچن ملک کے مغرب کی جانب کوچ کیا تھا۔ شیخ بشیر کے جانشین، سلطنت کے دوسرے مرشد شیخ علی خاں بھی قوموق تھے اور انھوں نے چیچنا میں "شدی یورٹ کی آل" (Aul of Shidy-Yurt) میں اپنے مرکزی دفاتر قائم کیے۔ انھیں گرفتار کر کے سائیریا بھیج دیا گیا تھا۔ ان کے جانشین دینی آرسانوف (Deni-Arsanov) نے کئی سال ترک قازق (Terek Cossack) کی نوآبادیوں پر حملے کیے۔ یہ ایک ابرق (یعنی معزز قزاق) (Bandit of Honoure) تھے اور ان کا تعلق چیچن کی کن یورٹ (Ken Yurt) سے تھا۔ نیز یہ بہت نیک اور پاک بازہونے کی شہرت کے حامل تھے۔ آخر کار یہ ۱۹۱۷ء میں اپنے کئی مریدوں کے ہمراہ قازقوں (Cassacks) کی جنگ میں مارے گئے۔

سلسلۂ قادریہ جو چیچنا میں قائم ہوا، دو سمتوں میں مغرب کی جانب انگوشیتا اور اوسیٹا (Ingushetia and Ossetia) اور مشرق کی جانب داغستان (Daghistan) کی جانب پھیل گیا۔ ۱۸۶۴ء میں کنتا حاجی کی جلاوطنی اور بعد ازاں تین سال بعد واقع ہونے والی موت نے، ان کا سلسلہ چار گروہوں (روسی ذرائع میں وِرد (Wird) میں سابق وکیلوں (Vekils) کی زیر قیادت بکھر گیا۔

بامت گرسے حاجی میتو :-

یہ چیچنا میں آوطورا (Avtura) کی (Auls) میں سے ایک ہیں۔ ابتدا میں ان کا طریقہ ایک چیچن قبیلے گونوئے ٹیپا (GUNOYTAIPA) تک محدود تھا۔ لیکن بعد میں تمام چیچن قوم تک پھیل گیا، جب کہ اس کی قیادت کلی طور پر (MITAEV) خاندان کو حاصل تھی۔

بطل حاجی بلجوریوف :-

یہ ڈسٹرکٹ نزران (NAZRAN) میں سرخوخی (SURHOHI) کے (AUL) ہے۔ ابتدا میں یہ انگش INGUSH کے علاقے تک محدود تھا، مگر بعد میں اس سلسلے نے شمالی داغستان اور چیچن کے علاقے میں اپنے ماہرین (Adepts) حاصل کرلیے۔ شروع ہی سے "بطل حاجی گروہ" اپنی مجنونانہ مذہبی تنگ نظری کے لیے نمایاں تھا۔ فاضلین سلسلے کے بارے میں خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ورد (Wird) سے باہر شادی نہیں کریں گے، نیز ان کو غیر صوفی یا غیر سلسلے کے ساتھ کھانا کھانے سے بھی روک دیا گیا تھا۔ ذکر کے ساتھ موسیقی کو بند کر دیا گیا، جہاد کے اصولوں پر سختی کے ساتھ عمل کیا گیا۔ اس سلسلے کی صد سالہ تاریخ میں اس کے تمام قائد عملی طور پر زاروں اور روسی حاکموں کے ہاتھوں تشدد آمیز موت سے ہم کنار ہوئے۔ اس سلسلے کی قیادت بلجوریوف (Belhorev) خاندان تک محدود تھی، جو اب تک ہے۔

چم مرزا سے مایرتپ :-

یہ چیچنا کے ڈسٹرکٹ شالی (SHALI) میں واقع ہے۔ اس سلسلے کے فاضلین کو "نوبت باز" (BANSHCHIKI in Russian) Drummers. کہا جاتا تھا، کیونکہ یہ (لوگ) اپنے ذکر میں نقارہ یا ڈھول استعمال کرتے تھے۔

کنتا حاجی کا منظم سلسلہ یا طریقہ (Tariqa) بانی سلسلہ کے بعد اپنے چھ سابق وکیلوں کے ماتحت کام کرتا رہا۔ جو مندرجہ ذیل ہیں :-

۱ ۔ عمر حاجی :- (OMAR HAJI) شمالی داغستان کا قومیق (KUMUK) باشندہ۔

۲ ۔ قہرمان حاجی :- (QAHARMAN HAJI) ، شالی (Shali) کی (Aul) کا چیچن باشندہ۔

۳ ۔ بلیوو کا حسین حاجی :- (Husseyin Haji of Blievo) جو انگوشتیا (INGUSHTIA) کا باشندہ تھا۔

۴ ۔ نصیر کورتا کا قرابیگ حاجی :- (Gharabig Haji of Nasyr Korta) جو انگوشتیا کے ڈسٹرکٹ نزران (NAZRAN District in Ingushtia) کا رہنے والا تھا۔

۵ ۔ زمیدہ کا رجب دبیر علیوف :- (Rajab Dibir Aliev)

جو آوارستان (Avaristan) کا باشندہ تھا۔

۶ ۔ یوسف حافی محکیمہ :- (Yusuf Hafi of Mahkema) جو چیچا میں ویدینا ڈسٹرکٹ (VEDENO District) کا باسی تھا۔

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ روسی اور شمالی قفقازی ادب میں سلسلۂ نقشبندیہ قانونِ شریعت پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی وجہ سے اکثر " شریعتی طریقہ " کہلاتا ہے اور اس کے فاصلین شریعتی اور بعض اوقات اپنے " ذکرِ خفی " کے باعث " سرگوشیاں کرنے والے" (Whisperers) یا (SHEPTUNY) کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں ۔ اس کے برعکس، مختلف قادری گروہ جنھوں نے کنتا حاجی کے سلسلے سے جنم لیا ہے ، اپنے " ذکرِ جہر " کی وجہ سے ذاکرین کہلاتے تھے۔ ان کو اچھل کود کرنے والے (اہلِ زقند) (Jumpers) بھی کہا جاتا تھا۔ (جیسا کہ روس میں (PRIGUNY) اور چیچن میں (IRKH- LELKHA-NAKH) بھی کہا جاتا ہے) ۔ قادری گروہوں میں ان کے نظم وضبط اور مراتب مناصب کی تنظیم جو تقریباً عسکری نمونے پر قائم کی گئی تھی، مشترک تھی ۔ نیز زیر زمین مخفی سرگرمیوں کے لیے نقشبندیہ سے زیادہ بہتر انداز میں منظم تھی ۔ مرشد یا شیخ طریقہ ہر اہم آل (حلقے) (AUL) میں اپنا ایک نمائندہ یا وکیل مقرر کرتے تھے۔ وکلا کو کبار (ELDERS) یعنی تماداس (TAMADAS) کا تعاون حاصل ہوتا تھا جو کہ ہر محلہ (MAHALLA) (شہری ڈسٹرکٹ) میں ترخی (TURKHI (Executive)) منتظمہ کی نمائندگی کرتے تھے ۔ شیخ کے احکام مراتب مناصب کے سلسلے میں تماداس اور ترخی (Tamadas and Turkhis) کے ذریعے مریدوں کو منتقل کیے جاتے تھے جب کہ نظم وضبط خالصتاً عسکری تھا ۔ حالیہ روسی ادب کے مطابق یہ تنظیم آج بھی جوں کی توں موجود ہے ۔

روسی انقلاب کے آغاز سے ہی شمالی قفقازی سلسلے میں بھی ایک نمایاں مراجعت عمل میں آئی ۔

انقلاب اور خانہ جنگی کے دوران میں صوفی طریقے کا موقف :

داغستانی علما اور دینی قائدین کی ایک مجلس جو اگست، ۱۹۱۶ء کے قفقاز میں آندی کے آل (دائرہ یا حلقہ Aul of ANDI) میں منعقد ہوئی تھی، نقشبندی شیخ نجم الدین ہوتسو یا گوتسو نے (روسی زبان میں گوڈزنسکی) (Najmuddin of Hostö or Gosto (in Russian GOTZINSKI) جو داغستان اور چیچنا کے امام تھے، شمال قفقازی امامت کی روایت کو از سر نو

زندہ کیا جو ۱۸۵۹ء میں امام شامل کی اسیری کے باعث ختم ہو گئی تھی۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء کے برسوں کے "المیہ انقلاب" کے دوران میں، جو شمالی قفقاز میں زیادہ خونریز تھے، طریقے نے مرکزی کردار ادا کیا، اور یہ بات بالخصوص نقشبندیوں پر صادق آتی تھی جو ایک بار پھر سرگرمیوں میں پیش پیش تھے۔ اس طریقے کا مقصد اس نظریاتی بادشاہت کی بازیابی بھی تھا جو شرعی قانون کے زیر اثر ہو۔ نیز "روسیوں کا اخراج" اور "بُرے مسلمانوں" کا خاتمہ یا جنھوں نے اپنے آپ کو کافر حکمرانوں کے ساتھ وابستہ کر لیا تھا، نقشبندی شیخ اوزان حاجی (UZAN HIJI) کے فرمودات میں تھا کہ " اگر خدا کو یہی منظور ہے تو ہم شرعی مملکت قائم کریں گے، اس لیے کہ مملکتِ مسلمہ میں کوئی جمہوریہ نہیں ہو سکتی۔ ہمارا جمہوریت کو تسلیم کرنا خلافت کو ترک دینا ہے جو بالآخر نبی اور خدائے باری تعالیٰ کو چھوڑ دینے کے مترادف ہوگا۔"

ان کے ارشادات میں سے ایک ارشاد یہ ہے کہ " میں طلبہ اور مہندسین کو پھانسی دینے کے لیے ایک رسی بٹ رہا ہوں اور عمومی طور پر ان سب افراد کے لیے جو بائیں سے دائیں جانب لکھتے ہیں۔"

ایک داغستانی کمیونسٹ قائد نجم الدین سمرسکی (Najmuddin Samurski) اپنے مخالفین پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اوزان حاجی (UZAN HIJI) ایک فاضل عربی دان تھا جو بہت زیادہ متشدد اور جوشیلا ہونے کے ساتھ ساتھ سختی سے شریعت پر کاربند تھا، نیز وہ اتحادِ عالم اسلام کا جان نثار علم بردار تھا، اس نے کبھی " زاری زور" یا زاروں کی طاقت کو تسلیم نہیں کیا تھا، تمام عمر قفقاز کو روسی پنجے سے نجات دلانے کے لیے لڑتا رہا۔ اس نے انقلاب اکتوبر میں پہاڑی باشندوں کو آزاد کرانے کا خواب دیکھا، تمام روسی اس کی جان کے دشمن تھے۔ چٹی چمڑے والے (سفید فام روسی) تو بالشویکوں سے بھی زیادہ اس کے دشمن تھے۔ وہ ایک چھوٹے قد کا بالشتیہ سا (dwarf) شخص تھا مگر وہ (اوزان حاجی) بلا کی جرأت، کردار کی مضبوطی اور بے انتہا قوتِ ارادی کی شہرت کا مالک تھا۔ اپنے انہی اوصاف کے باعث وہ اوارستان (شمالی داغستان) اور چیچنیا میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

اوزان حاجی بہت پڑھا لکھا اور ہوشیار شخص تھا، جس نے چند جمہوری نظریات کے ساتھ ایک ناممکن مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد کی، اور یہ جدوجہد تاریخ کے پہیے کو واپس موڑنے کے مترادف تھی اور بیسویں صدی میں ایک نظام سلطنت قائم کرنے کی جدوجہد تھی جو محمد کے زمانے سے تعلق رکھتا تھا۔"

۱۹۱۸ء تک امام نجم الدین ہوتسو اور شیخ اوزان حاجی اپنی مضبوط قوت کے مالک تھے جو زیادہ تر نقشبندی مریدوں پر مشتمل تھی جس کا شمالی قفقاز میں بہترین لڑنے والی قوتوں میں شمار ہوتا تھا۔ ان عناصر کی مدد سے اوزان حاجی نے ڈینیکن کے سفید فام عساکر (Denkin's White Forces) کو پسپا کیا اور بالآخر ۱۹۱۹ء کے موسم سرما اور خزاں میں انھیں شکست فاش دی۔ ۱۹۱۹ء کے موسم خزاں میں اس نے چیچنا اور شمال مغربی داغستان میں ایک "شمالی قفقازی امارت" (North Caucassian Emirates) کے قیام کا باضابطہ اعلان کر دیا۔ یہ امارت تقریباً دس ہزار دفاعی قوت رکھنے والے مریدوں پر مشتمل تھی۔

اوزان حاجی مئی ۱۹۲۰ء میں فوت ہوا۔ ۱۹۲۰ء کی سردیوں میں، جب شمالی قفقاز پر بالشویک قبضہ ہو چکا تھا، نجم الدین حوتسو نے اپنے چند دیگر نقشبند شیوخ کے ساتھ (محمد بالاخانی Mohammad of Bala Khany) درویش محمد آندی (Dervish Mohammad of Andi) ابراہیم حاجی کچری (Ibrahim Muhammad of Kuchri) سید امین انسالطہ (Sayed Amin of Ansalta) اور سراجدین اوارستانی (Serajuddin Haji of Avaristan) داغستان اور چیچنا کی عظیم بغاوت میں، جو بالشویک حکومت کے خلاف تھی، بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ یہ تحریک تقریباً ایک سال تک جاری رہی۔ یہ بغاوت برائے نام امام شامل کے پوتے سعید بیگ (Said Beg) اور کرنل کیتمس علی خانوف (Kaitmas Alikhanov) کے زیر قیادت تھی، مگر اس تحریک کے اصل قائدین نقشبندی شیوخ تھے۔ شیخ محمد بالاخانی "وادیٔ اراخان" (Arakan Valley) کی لڑائی میں باغی فوج کے کماندار اعلیٰ تھے۔ یہ وہ وادی تھی جہاں ایک پورے سرخ فوجی بریگیڈ (Red Army Brigade) کا صفایا کر دیا گیا تھا اور اس کے کمانداروں میں سے ایک کماندار (Safar Dudarov) جو "داغستان چکہ" (Daghistani cheka) کا سربراہ تھا، جنگی قیدی بنا کر مار دیا گیا۔

داغستانی چیچن بغاوت ایک وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی مقبول عوامی تحریک تھی جو مزدور کی جنگ سے مشابہ تھی۔ نیز گوریلا جنگ لڑنے والوں نے ایسی چستی کا مظاہرہ کیا جو فقط "طریقی قیادت" ہی سے اپنی فداکارانہ روح اور آہنی عزم کے ساتھ ممکن ہو سکتی تھی۔ پورے ایک سال تک پہاڑی باشندوں

نے موثر انداز میں روسی فوج کی مخالفت کی، جس نے چند ہفتوں کی قلیل مدت میں آذربائیجان، جارجیا اور آرمینیا کو فتح کر لیا تھا۔

جس تیزی اور چستی سے صوفی حلقوں خاص طور پر نقشبندیہ نے بالشویک انقلاب کا مقابلہ کیا اور نئی ملحد حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تھا، اگر اس کا موازنہ اس کمزوری، عدم حمیت اور اس وقت کے مختلف آزاد خیال مسلمانوں اور معتدل بائیں بازو کی جماعتوں کی سیاسی غلطیوں سے کیا جائے تو یہ بات خاصی معلومات افزا ہوگی۔ حالانکہ پہلے حلقے نے لڑائی لڑی جب کہ دوسرے حلقے نے بالشویک اور جوابی انقلاب پسندوں کے درمیان بے سود ساز باز کی کوشش کی۔ آخر کار وہ لوگ ناکام ہو کر گر پڑے۔ اکثریت کو ہجرت کرنا پڑی یا پھر جیت جانے والی جماعت (بالشویک) کے ساتھ شامل ہونا پڑا۔ موازناتی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متشدد رجعت پسند کبھی جھکے نہیں، بلکہ الٹا لڑے ہیں اور ان کی جان پر کھیل جانے والی مدافعت اور خالص انسانی نظریے کی رو سے ظاہری مایوسی ساری اسلامی دنیا کی تاریخ پر ایک حتمی اثر رکھتی ہے۔ ہمیں یہ بات لازماً یاد رکھنی چاہیے کہ ۱۹۲۰ء میں جب قفقاز اور ترکستان میں بغاوت عروج پر تھی تو روسی حکومت اسلامی مشرق وسطی میں فوجی مداخلت کے امکانات پر سنجیدگی سے غور کر رہی تھی۔ ایک سرخ ڈویژن پہلے ہی مرزا کوچک خان (Mirza Kuchik Khan) کے جنجیلی (Jengelis) کی ایران کی جانب کوچ کرنے میں مدد کے لیے عنزلی (Enzeli) میں پہنچ چکی تھی۔ روس کے حامی پہلے ہی خراسان اور تبریز میں سیاسی غلبے کے لیے سرگرم عمل تھے یہ بات حیران کن ہے کہ دو مقبول نقشبندی بغاوتوں نے جو روسی سرحدوں کے اندر ہوئیں، بالشویک قائدین کے جارحانہ مداخلت کے خیال کو ترک کرنے کے فیصلے پر اثر ڈالا، نیز انھیں ایران اور ترکی میں زیادہ محتاط پالیسی اختیار کرنے کا احساس دلایا۔ اسی طرح ۱۹۴۳ء میں چیچن کی بغاوت نے ایران، آذربائیجان اور کردستان میں روسی جارحیت کو نرم روی اور اعتدال پسندی کی راہ پر ڈالا۔

سٹالن کے دور میں صوفی طریقہ ۔ ۱۹۴۵-۲۰ء :

۱۹۲۱ء کی بغاوت کے دباؤ کے بعد، شمالی قفقاز میں صورت حال بالکل ایسی تھی جو امام شامل کی شکست کے بعد ہوئی تھی۔ نیز ان دونوں صورتوں میں عسکری سانحہ یا زوال صوفی حلقوں کے زوال یا انحطاط کا سبب نہیں بنا۔ اس کے برعکس اس وقت جب نقشبندیہ سلسلہ جہاد میں سرگرم کار تھا تو قادری

اثر و رسوخ تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ ۱۹۲۵ء میں نجم الدین سمرسکی لکھتے ہیں کہ "حال ہی میں داغستان میں مریدیت پھیل گئی ہے۔ صوفی فاضلین نے کمیونسٹ ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ ان کا عقیدہ یقیناً چند کمیونسٹ خصوصیات کا حامل ہے، لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو قدیمی، دینی اور زاہدانہ اشتمالیت (کمیونزم) سے متعلق ہونے کے ساتھ ساتھ بنیاد پرست عیسائی جماعتوں کے ساتھ بھی قابلِ موازنہ ہیں"۔

سرکاری روسی ذرائع کے مطابق ۱۹۲۰ء کے برسوں کے درمیان، فقط داغستان میں ہی اب تک اکسٹھ ہزار دو سو مرید، انیس شیوخ اور ساٹھ وکیل تھے۔ (اس کے برعکس کمیونسٹ پارٹی کے فقط چھ ہزار ارکان تھے۔) ۱۹۲۶ء میں چیچنیا میں چار لاکھ کی کل آبادی میں ساٹھ ہزار مرید تھے جو زیادہ تر قادری تھے"۔

چیچنیا کے قادری جن کا ۲۰۔ ۱۹۲۱ء کی بغاوت میں کوئی بڑا حصّہ نہ تھا، ۲۲۔۱۹۲۳ء میں خاص طور پر اثر و رسوخ کے مالک بن گئے تھے۔ شیخ علی میتوف (Ali Mitaev) جو بانیٔ طریقہ بامت گرے حاجی (Bamat Giray Haji) کے صاحبزادے تھے، (جو کہ اس وقت تقریباً دس ہزار فاضلین پر مشتمل مقام چیچن کی انقلابی کمیٹی (REVKOM) کے ارکان یا بنیادی ارکان میں سے تھے۔ روسی ذرائع کے مطابق اس دور میں چیچن کمیونسٹ پارٹی کے بہت سے ارکان ذاکر (ذکر کرنے والے) تھے اور کئی کمیونسٹ لیڈر (بشمول ٹی ایلدارخانوف (T.Elderkhov) چیچن کی مرکزی عاملہ کمیٹی کے صدر اور اس کے دو نائب ناظمین یا چیئرمین (حمزہ (Hamzatov) اور شریف (Sheripov) نے طریقے کے لیے اپنی ہمدردی کو چھپایا نہیں۔ یہ قدرتی امر ہے کہ ایسی صورت حال جو خانہ جنگی کی ابتری سے پیدا ہوئی تھی، باقی نہیں رہ سکتی تھی۔ ۱۹۲۳ء کے آداخر سے ایک دین دشمن مہم پہلے ہی سے شمالی قفقاز میں جاری تھی اور تمام شرعی عدالتیں ختم کر دی گئی تھیں۔ ۲۳۔ ۱۹۲۴ء کی سردیوں کے دوران میں سُرخ فوج نے چیچن کی آبادی کو غیر مسلح کرنے کا عمل شروع کر دیا۔ نیز "راہزنوں کے ٹھکانوں" (مُراد نقشبندی گوریلا جنگ جو تھے جو بالائی پہاڑوں میں مقیم تھے۔ نیز زیرزمین قادری گروہ) کو ختم کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ اپریل ۱۹۲۴ء میں "شیخ علی میتوف (Ali Mitaev) کو "ایک انقلاب دشمن، تخریب کار اور مذہبی بورژوائی قوم پرست ہونے کے الزام میں اسیر کر لیا گیا۔" ۱۹۲۵ء میں نجم الدین حوسٹو (Hötsö) اور دیگر نقشبندی قائدین پہاڑوں میں گرفتار کر کے مار دیے گئے۔ اگلے سال مقامی کمیونسٹ پارٹی کو "ناقابلِ اعتماد عناصر" سے صاف

کردیا گیا۔ ایلدرخانوف (Elderkhanov) کو گرفتار کرکے گولی مار دی گئی اور اس کے ساتھ ہی بہت سے نمایاں چیچنی اور داغستانی کمونسٹوں کو بھی مار دیا گیا۔ ۱۹۲۷ء میں علی میتوف پر (ROSTOV) میں مقدمہ چلا کر سزائے موت دے دی گئی۔ ۱۹۲۸ء کا سال قفقاز میں ایک شاندار اشتمالیت کے آغاز کی نشان دہی کرنے کے ساتھ ساتھ "مذہبی قیادت" اور ان کے حامیوں کے خاتمے کی ایک زور دار مہم کا آغاز بھی کرتا ہے۔ چیچن میں (Urus-Martan) کے شیخ سولسا حاجی جاندار (Solsa Haji Yandarov) جو نقشبندی چیچن شاخ کے مرشد (Murshid) تھے، ۱۹۲۸ء میں "معاشی تخریب کاری" کے لیے مقدمہ چلایا گیا اور اگلے سال انھیں سزائے موت دے دی گئی۔ اسی سال مرکزی داغستان میں ایک اور نقشبندی مرشد شیخ علی اکوشا جنھوں نے ۱۸-۱۹۲۰ء میں، اپنے زیادہ مُہم جو، نجم الدین حوٹسو (Hötsö) کی مخالفت کی تھی اور بالشویک کے بارے میں غیر جانبدارانہ رویہ رکھا تھا، قید کر لیے گئے اور غالباً اپنے کئی مریدوں کے ہمراہ مار دیے گئے۔

صوفی فاضلین کی پہلی بڑی تطہیر نے جو وسیع پیمانے پر کی گئی تھی، کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ اس بار نقشبندی اور کنتا حاجی (Kunta Haji) کی مختلف شاخیں ایک ساتھ لڑ رہی تھیں۔ بغاوت کا آغاز ۱۹۲۹ء کے زوال سے ہوا جو چیچن میں ہوا تھا۔ قائدین میں ہم دونوں کو کنتا حاجی کے مریدوں اور نقشبندی قائد شتا استیموف (Shita Istamov) ، جو اوزان حاجی (Uzan Haji) کی سلطنت کا سابق وزیر تھا، موجود پاتے ہیں۔ چند ہی مہینوں بعد اس تحریک نے شمالی داغستان کی جانب رُخ کر لیا، یہ تحریک نقشبندی شیخ آرسینکو خدرلیزوف (Arsanukay Khidirlezov) کی قیادت میں چلی تھی۔ ان کا تعلق (شیخ ایمن کے حصاف یورٹ (Hasav yurt) کے ڈسٹرکٹ جرمنچک (Germinchik) سے تھا۔

لڑائی ۱۹۳۰ء کے موسم بہار تک جاری رہی۔ یہ لڑائی منظم سُرخ فوجی ڈویژن کی مداخلت کے باوجود ایک سمجھوتے پر ختم ہوئی۔ (یہ سمجھوتہ ایک عارضی جنگ بندی تھی جو امن عام کے باعث عمل میں آئی تھی) تاہم اس کے ذریعے ملک میں امن قائم نہیں ہوا۔ روسی حکام نے "عارضی جنگ بندی" کو "قوم پرست مذہبی

عناصر" کے خاتمے کے لیے استعمال کیا تھا اور اسی لیے سلسلے نے دوبارہ لڑائی کا آغاز کر دیا۔ موسم گرما میں انگش جی، پی، یو (Ingush G.P.U) کے افسر اعلیٰ (ایک روسی (افسر) جو ناپسندیدہ عناصر کی تطہیر کا ذمہ دار تھا) کنتاحاجی (Kunta Haji) کے ایک مرید کے ہاتھوں مارا گیا۔ بعد ازاں کنتاحاجی کے ایک اور پیروکار نے چیچنا جی، پی، یو (Chechena G.P.U.) کے ایک افسر اعلیٰ کو جو روسی تھا ہلاک کر دیا۔ ۱۹۳۱ء میں روسی حاکموں نے ۱۹۳۰ء کی بغاوت کے تمام قائدین کو قتل کر کے حساب برابر کر دیا۔ ان کو قید کر لیا گیا، مقدمے چلائے گئے اور بہت سے فاضلین طریقہ کو ختم کر دیا گیا۔

۱۹۳۶ء میں بغاوت تھم گئی۔ جو نامور قائدین گرفتار ہوئے وہ مار دیے گئے۔ ان میں نقشبندی شیخ آرسینتو کے خدریزف (Sheikh Arsanukay Khidirlov) بھی شامل تھے۔ انگش کے ملک میں، جہاں بغاوت کی زمام بطل حاجی طریقہ (Batal Haji Tariqa) کے ہاتھوں میں تھی، روسی ذرائع کے مطابق اس جدوجہد کے دوران، جو عملی طور پر دوسری جنگ عظیم تک جاری رہی، بطل حاجی بلحوریوف (Batal Haji Belhoroev) بانی 'طریقہ کے نو بیٹے، اور سات پوتے مارے گئے۔

وہ کیا مقاصد، امیدیں، اور سیاسی اہداف تھے جو اس پندرہ سالہ طویل جدوجہد میں حاصل کرنے کی کوشش کی گئی؟ روسی ذرائع کے مطابق صوفی قائدین اور فاضلین رجعت پسند، انقلاب دشمن، مذہبی منصب داری کے محافظ اور قوم پرست بورژوائی (Bourgeious) وغیرہ تھے۔ نیز ان پر غیر ملکی سامراج ترکی، برطانیہ، اور ۱۹۳۳ء کے بعد جاپان اور جرمنی کا یعنی ملوکیت پسند سامراج کے ایجنٹ ہونے کا الزام بھی تھا۔ یہ تمام الزامات یقیناً ایک بہت بڑا غلو دکھائی دیتے ہیں۔ یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ کم ازکم اس وقت کے صوفی حلقے بغیر کسی معیّن مقصد کے (روسی فوجیوں کے اخراج کے سوا) لڑ رہے تھے۔ سادہ سی بات ہے کہ یہ لوگ نئی حکومت کو اس کے روسی کردار اور عسکری الحاد کے ساتھ تسلیم نہ کر سکے۔ یہ دعویٰ کرنا خاصا مشکل ہے کہ "طریقہ" ہی فقط ایسا دشمن تھا جس کو دونوں جنگوں کے درمیانی عرصے میں روسی حکومت قفقاز کے علاقے میں قابلِ اعتنا جانتی تھی۔ اس عرصے میں داغستانی اور چیچن کمیونسٹ پارٹی کی کئی بار "تطہیر" کرنا پڑی۔ بہت سے نامور شمالی قفقازی بالشویک (بشمول۔ نجم الدین سمرسکی، جو داغستانی (OBKOM) کی کمیونسٹ پارٹی کے پہلے سیکرٹری تھے) "قوم پرست ہونے" کے

الزام میں مار دیے گئے۔ بعض پہاڑی باشندے ماغیئس (MAQUIS) غیر دینی قائدین کی جانب سے منظم کیے گئے تھے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ اس وقت یعنی انیسویں صدی اور بعد ازاں دوسری جنگ عظیم کے دوران میں صرف صوفی حلقے ہی ایک مربّت، منظم اور مستعد جنگ قوت روسی سلطنت کے خلاف تیار کر سکتے تھے۔

صوفی حلقوں کے وقار اور اثر و رسوخ کے باعث، شمالی قفقاز، دوسری جنگ عظیم کے آغاز تک ایک غیر محفوظ علاقہ جانا جاتا تھا۔ ۱۹۴۰ء کی سردیوں میں چیچنا کے علاقے میں ایک نئی بڑی بغاوت کا آغاز ہوا۔ اس بار بغاوت کا قائد ایک غیر مذہبی حسن اسریلوف (Hasan Isrilov) تھا جو ایک سابق صحافی اور کیمونسٹ پارٹی کا رکن تھا۔ ۱۹۴۲ء کی فروری میں، جب کہ جرمن فوجیں چیچنا سے ہزاروں میل دور تھیں، ایک اور بغاوت پھوٹ پڑی جس کی قیادت کیمونسٹ پارٹی کے ایک سابق رکن میربک شیریوف (Mairbek Sheripov) نے کی۔ جرمن فوجیں چیچن کی سرحد تک نہ پہنچ پائیں اور بغاوت سرخ فوج کے ذریعے کچل دی گئی۔ ۲۳ فروری ۱۹۴۴ء کو چیچن اور انگش کی تمام آبادی کو ایک دم گرفتار کر کے سائبیریا اور قازقستان بھیج دیا گیا۔ عبدالرحمٰن اور قانوف (Abdurrahman Avtorkhanov) ۴۰-۱۹۴۳ء تک چیچنا کے فسادات کے بارے میں اپنے مفصل اور طویل بیانیہ میں "طریقہ" کا ذکر تک نہیں کرتا۔ لیکن حالیہ روسی ذرائع ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمان آبادی کی جلا وطنی کے تین سال بعد بھی چیچنا ، انگشتیا اور اوسٹیا (Chechnia Ingushtia and Ossetia) کے بالائی پہاڑوں میں گوریلا لڑائی لڑی جا رہی تھی۔ گوریلا تحریک کے قائد شیخ قریش بلجوروف (Quresh Belhoroev) تھے جو کہ بطل حاجی طریقے کے بانی کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ وہ ۱۹۴۷ء میں روسی فوجوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور انھیں دس سال کی سزائے قید سنائی گئی۔ ۱۹۵۷ء میں رہائی کے بعد انھوں نے چیچنا واپس آ کر دوبارہ طریقے کی قیادت سنبھال لی۔

بعد جنگ کے دور میں صوفی طریقہ:

اسلام دشمن پراپیگنڈہ کے روسی ماہرین یہ تصدیق کرتے ہیں کہ شمالی قفقاز کے لاکھوں مسلمانوں کی نسل کشی کی کوششوں سے ایک غیر متوقع نتیجہ ظاہر ہوا کہ صوفی حلقے تو ختم نہ ہوئے مگر جلاوطنی (کی سزاؤں

سے) یقیناً ان کے پھیلاؤ میں اضافہ ہوا۔ جلاوطن پہاڑی باشندوں کے لیے صوفی طریقے قومیت کی علامت بن گئے تھے۔ علاوہ ازیں یہ حلقے جماعت یا حزب کی بقا کے لیے مستعد اور منتظم ثابت ہوئے تھے ۔ لوشین کلموخ (Lucian Klimovich) لکھتا ہے کہ "جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد پیدا ہونے والے مخصوص حالات کے باعث "مرید" (Murid) فرقوں یا جماعتوں کے زیر قیادت مذہبی عقائد از سرِ نو زندہ ہوگئے۔ جنگ کے مصائب اور شخصیت پرستی کے مسلک نے نیز چیچن اور انگش کے علاقے میں لینن کی قوم پرست پالیسی کی بہیمانہ خلاف ورزی، اس مسلک کی نئی زندگی کی نشاندھی کرتی ہے ۔

سٹالن کی موت کے بعد جب شمالی قفقاز کے باقیماندہ افراد کو دوبارہ آباد کیا گیا اور اُنھیں اپنے اپنے گھروں کو جانے کی اجازت دے دی گئی تو یہ (لوگ) اپنے پیچھے ترکستان میں صوفی طریقے چھوڑ گئے جو خاصے منتظم تھے۔ یہ بات خاص طور پر ان چار وِرد (Wird) کے ضمن میں بالکل صحیح ہے) جنھوں نے کنتا حاجی طریقے سے جنم لیا تھا۔ مرکزی ایشیائی روسی ذرائع ظاہر کرتے ہیں کہ تصوف کو قازق، ازبک اور قراکلپاک (Kazakhs, Uzbeks and Karakalpaks) کے علاقوں میں ۱۹۷۰ء تا ۱۹۸۰ء کے دوران میں زیادہ توسیع حاصل ہوئی۔ جلاوطنی کے دور میں چیچن باشندوں کے درمیان نئے صوفی طریقے اُبھرے۔ ان طریقوں میں مقبول ترین طریقہ واعظ حاجی گروہ تھا، جن کو اکثر روسی ادب میں اپنے روایتی سفید پشمینی عمامے یا سفید ٹوپی والوں (BELOSHAPOSHINKI) (جو کہ وہ ذکر کے دوران پہنتے تھے) کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس گروہ نے چم مرزا (Chim Mirza) کے طریقے سے جنم لیا تھا۔ ۱۹۵۰ء کے زمانے میں یہ طریقہ چیچن وِز (اویس) (Chechin Vis (Uweis) حاجی زغیو (Haji Zagiev) کے ہاتھوں قائم ہوا، جس نے "ذکر" (Zikr) میں بہت سی نئی چیزیں مثلاً آلاتِ موسیقی کا استعمال اور وقت تدفین نقاروں (Drums) اور وائلن (Violins) کا بجانا، متعارف کرایا ۔

۱۹۵۰ء کے آخری دور میں، اپنے قفقازی گھر میں لوٹ آنے پر، طریقہ ایک بار پھر منتظم اور بے رحم تشدد کا نشانہ بنا، جس کے بارے میں خود روسی ذرائع خاصی معلومات مہیا کرتے ہیں۔ صوفی حلقوں کے ارکان "جرائم پیشہ" لوگوں کی طرح ڈھونڈے بلکہ شکار کیے گئے ۔ نیز اب وہ فقط "باغی" یا "مفرور"

نہ رہے، بلکہ ان پر روسی حکومت کے خلاف بے پناہ جارحیت مثلاً معاشی تخریب کاری، راہزنی،
دہشت اور مسلح بغاوت کا الزام لگایا گیا۔ روسی ماہرین علم الاجتماع نے ان کو "انتہا پسند، جنونی"
قرار دیا تھا جو بعض قدامت پسند اور پروٹسٹنٹ امید پسند (Orthodox and Protestant
Millenarian Eschatological Sects) جو قیامت، حیات بعد الموت
اور جواب دہی (آخرت) پر ایمان رکھتے تھے، مثلاً حقیقی قدامت پسند عیسائی (True Orthodox
Christians) مسیح کے دور ثانی کے خواہاں، (Adventists) مثلاً (Molokans Jumpers)
اور مختلف خدائی فوجدار (God's Men Khlysti) روسی حکومت کے سخت اور
شدید ترین عقوبتوں کا شکار سمجھے جاتے تھے۔ "ان لوگوں کا خدا پر ایمان غیر منطقی ہے، جو اگرچہ اندھا ہے
مگر لا محدود ہے۔ یہ لوگ اپنے دینی عقائد کا پرچار کرنے میں مستعد تھے۔ نیز یہ ان گروہوں کو برداشت نہیں
کر سکتے جن کے افراد کے ساتھ ان کی دینی ہم آہنگی نہ ہو۔ وہ اپنا دین، اپنے رشتہ دار، اپنے دوست اور
بچوں پر زبردستی مسلط کرنے کی کوشش کرتے تھے اور اس طرح اپنے عزیز و اقارب کو معاشرے کی تہذیبی
اور اجتماعی زندگی سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔

مقامی روسی اخبارات (داغستانی اور چیچنی) صوفی شیوخ اور ان کے مریدوں کے مختلف مقدموں
پر خاصا مواد مہیا کرتے ہیں اور بالخصوص ان لوگوں کے بارے میں جن کا تعلق نقشبندیہ اور بطل حاجی کے
ورد (حلقۂ ارادت) (Batal Haji Wird) سے ہے۔ سب سے زیادہ اہم مقدمات
۱۹۵۸ء، ۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۴ء میں موخاج کلا، گروزنی اور نزران (Makhach-Qulla
Groznyi and Nazran) کے علاقے میں قائم کیے گئے۔ اصولی طور پر ان ملزمین پر
"راہزنی" اور "قتل عام" کے مقدمات چلائے گئے اور انھیں سزائے موت دی گئی۔

روسی ذرائع اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ظلم ڈھانے یا دبا دینے کی حکمت عملی طریقے کے
پھیلاؤ کو روکنے میں ناکام رہی ہے، کیونکہ آج طریقہ (Tariqa) جنگ سے پہلے بلکہ غالباً ۱۹۱۷ء
سے بھی پہلے کی نسبت زیادہ قوت کے ساتھ ابھرا ہے۔ وی۔ جی۔ پیوو ریف (V.G.
Pivovarov)، ایک مشہور روسی ماہر اجتماعیات نے ۱۹۷۵ء میں لکھا تھا کہ چیچن۔ انگش
(Chechen-Ingush) خود مختار ری پبلک کے آدھے سے زیادہ مسلمان مرید صوفی حلقوں

کے رکن ہیں۔ (Murid Brotherhood)

چیچن۔ انگش جمہوریہ میں کل مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ ہے۔ ان میں بالغین یعنی (چھ برس سے زیادہ) کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ ہے۔ خدا پر ایمان رکھنے والوں (Believers) کا تناسب کم از کم پچاس سے ساٹھ تک ہے جو تین لاکھ ساٹھ ہزار تک بنتا ہے۔ لہذا اس مخصوص جمہوریہ میں تربیت یافتہ علما (Adepts) یا ماہرین کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ سے دو لاکھ تک ہے۔ یہ تعداد ساٹھ سال کے منظم ظلم وستم کے باوجود ایک ناقابلِ یقین حد تک زیادہ ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کو مدِنظر رکھیں کہ صوفی طریقے دیگر شمالی قفقازی جمہوریہ میں خاصے طاقتور ہیں اور خاص طور پر داغستان میں (بشمول مسلمان آبادی کے تقریباً بیس لاکھ افراد ہیں) مسلمان فضلا یا علما کی کل آبادی دو لاکھ پچیس ہزار ہے۔ جب کہ شمالی قفقاز میں فقط پانچ لاکھ ہے۔ گو یہ شماریات مبالغہ آمیز دکھائی دیتے ہیں مگر یہ حالیہ چیچن ذرائع کے مصدقہ شماریات ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں بعض غازیوں نے یہ بات محسوس کی ہے کہ "نوجوان اہلِ ایمان" (Young Believers) کا ۵۰ فی صد (طبقہ) صوفی طریقے کا رکن ہے، نیز جو چیچن۔ انگش جمہوریہ میں ایک لاکھ سے ایک لاکھ پچاس ہزار کے درمیان علما یا فضلا کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ روسی اسلام کا عجیب وغریب تناقضی رویّہ ہے۔ یہ روسی سرزمین ہے جہاں الحاد سرکاری عقیدے (CREDO) کا تعین کرتا ہے اور تصوف کو ماضی کے ایک ناگوار ورثے کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جب کہ اسلامی رجعت پسند صوفی ادارے باقی اسلامی دُنیا کے مقابل بہتر طور پر زندہ ہیں۔

قفقاز کا وہ علاقہ جہاں طریقہ (Tariqa) پھیلا تھا، ۱۹۱۷ء کی نسبت آج بہت وسیع ہے۔ یہ تمام داغستان اور چیچن۔ انگش جمہوریہ پر محیط ہے، نیز انھوں نے شمالی (Ossetia)، (Kabarda)، شمالی جارجیا، اور آذربائیجان کا شمالی سُنّی حصّہ جو غالباً شمال مغربی قفقاز ہے، چند جزیرے قائم کرلیے ہیں۔ نقشبندی آج بھی داغستان اور قادریہ چیچن میں حاوی ہیں، جہاں تک ورد (Wird) کا تعلق ہے، جن کا آغاز کنتا حاجی طریقہ سے ہوا تھا، تو بطل حاجی (Batal Haji تاحال انگش کے علاقے میں مرکز بنا ہوا ہے۔ جب کہ بامت گرے حاجی (Bammat Giray Haji) مشرقی چیچن اور شمالی داغستان میں اور چم مرزا (Chim Mirza) شمالی اور مغربی داغستان میں مرکزیت کے حامل ہیں۔ نیا وز حاجی ورد (New Vis Haji Wird)

سب سے زیادہ متحرک ہے ۔ یہ سخت مذہبی پاکیزگی پسندی (Puritan) کے باوجود بلکہ اسی وجہ سے تمام اطراف میں تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے ۔ آج اس ورد (Wird) کے چیچن (Chechina) (Ingushtia ، شمالی (Ossetia) شمالی جارجیا ، اور حساویرت (Hasav Yurt) اور داغستان کے شمالی (Gumbetov) کے ضلعوں میں فاضلین موجود ہیں ۔ یہی قازستان اور ازبکستان میں بھی نمائندگی کا حامل ہے ۔ وزحاجی اور بطل حاجی (Vis Haji) اور (Batal Haji) گروہ وہ ہیں جو سب سے زیادہ روسی پراپیگنڈہ کی زد میں رہتے ہیں ۔

طریقے کی تمام تنظیم تبدیل ہو رہی ہے اور قفقازی پہاڑی باشندوں کے عمومی سماجی ارتقاکی مقلد ہوگئی ہے ۔ شہری باشندوں کا تناسب بشمول مزدور اور خود دانشور ، دیہی آبادی کے بل پر (یا دیہی آبادی کو نقصان پہنچاکر ،) بڑھ رہی ہے ۔ آج صوفی حلقوں میں ، ۱۹۱۷ء کے مقابل خواتین ارکان بھی خاصی تعداد میں شامل ہیں اور یہ بات متشدد بطل حاجی ورد (Batal Haji Wird) پر بھی صادق آتی ہے ۔ سلسلۂ قادریہ میں نہ صرف مخصوص خواتین گروہ موجود ہیں بلکہ خواتین شیوخ بھی شامل ہیں ۔ روسی اخبارات اکثر شکایت کرتے ہیں کہ صوفی طریقے عورتوں یا خواتین کو متحرک کرنے کے معاملے میں کمیونسٹ پارٹی اور کومسومول (Komsomol) کی نسبت زیادہ کامیاب ہیں ۔ بعض حلقوں میں فاضلین کی بھرتی اصولاً چند قبیلوں یا مشترکہ خاندانوں (طائفہ TAIPA) تک محدود ہے اور یہ آخر الذکر ادارہ تاحال شمالی قفقاز میں باقی ہے ۔ ایسا نظام صوفی حلقوں کو زیادہ یگانگت ، اتحاد اور پناہ مہیا کرتا ہے ، کیونکہ فاضلین کی وفاداریاں دوہری ہیں ، ایک وفاداری حلقے کے ساتھ اور دوسری قبیلے کے ساتھ ہے ۔ اس قسم کے حالات میں روسی پولیس کے لیے عملی طور پر ناممکن ہے کہ وہ صوفی حلقوں میں سرایت کر جائیں یا ان کو جیت لیں ۔ قادری طریقہ اپنی بھرتی کسی خاص قبیلے یا خاندانی تنظیم تک محدود نہیں کرتا ۔

اگر صورت حال کو حقیقت پسندانہ نگاہ سے دیکھا جائے تو حال میں ہونے والا تصوف کا پھیلاؤ ، ایک حیران کن امر ہے ، کیونکہ فی الحقیقت یہ کوئی زیر زمین تنظیمیں نہیں ہیں اور ان کے اجتماعات پوشیدہ نہیں ہوتے ۔ سلسلہ قادری کا " ذکر جہر " تیس سے ستر آدمیوں کے گروہ پر مشتمل ہوتا ہے ۔ حالیہ روسی جائزوں کے مطابق فاضلین اصولِ تقیہ (Taqiya) پر عمل پیرا نہیں بلکہ صوفی حلقوں کے ساتھ اپنی وابستگی کو آزادی کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں ۔

وہ کیا وجوہ ہیں جو شمالی قفقاز کے مسلمانوں کے درمیان تصوف کی کامیابی کو واضح کر سکتے ہیں ؟
ایک سبب تو طریقے کی روحانی کشش ہے جو روسی ذرائع کے مطابق نادر الوقوع ہے ، بلکہ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دیہی آبادی کی نسبت شہری اور پڑھے لکھے طبقے میں زیادہ با اثر ہے کیونکہ یہ وہ وقت تھا جب دانشوروں کو سرکاری (Diamat) (سرداری) سے نکالا گیا تھا اور یہ لوگ سرکاری مسلمانوں کی ترتیب (Hierarchy) مناصب کی اطاعت گزاری سے بھی بیزار ہو گئے تھے ۔ طریقے کے ان ارکان کی تعداد جو تصوف یا ذکر کے جمالیاتی پہلو سے متاثر ہوتے ہیں ، بڑھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ۔ جب کہ دیگر لوگ طریقے میں اس لیے شامل ہوتے کہ وہ مسلمان رہ جائیں اور شریعت پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہو کر زندگی گزار سکیں ۔

خاندانی روابط اور قبیلہ یا مشترکہ خاندانی تعلقات اہم ہیں ۔ فاضلین ایسے ماحول میں جو شریعت کے منافی ہو ، بڑے " خاندان " میں رہ کر زیادہ پناہ کی توقع کر سکتے ہیں ۔ ایک اور عنصر وہ انتشار ہے جو صوفی طریقوں اور روایتی اداروں کے درمیان پایا جاتا ہے اور جس کے باوجود طریقہ اپنا مقام بنانے اور بالآخر زور حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے ۔ آخر الذکر (طریقہ) ان انجمنوں پر مشتمل ہے جو تا حال خاصی سرگرم عمل ہیں ۔ قبائلی ادارے مثلاً قبائلی عدالتیں ، (چیچن میں خیل طائفاں Taipanan Khel) اور مؤتمر کبار یا مجلس کبار یا دیہی جماعتیں جو کہ آج بھی شمالی قفقاز میں بہت معتبر اور خاصے موثر ہیں ، اس لیے کہ ان کی تنظیم و تشکیل خالصتاً مسلمانوں کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے ، جب کہ وہ ادارے جو روسی سرکار نے کھولے ہیں ، وہ اکثر غیر مسلموں کے ذریعے چل رہے ہیں ۔ قومی اور دینی روایت کے درمیان آخری عنصر بڑھتی ہوئی ابتری یا بے ترتیبی تھی ۔ تصوف کا پیش کردہ اسلام قومی ، اخلاقی اور تہذیبی اقدار کا پاسدار ہے جو اس بات پر دال ہے کہ آبا و اجداد کے عقیدے کی جانب منفی رویہ ، خواہ وہ سخت ترین رجعت پسند شکل میں ہو ، " قومی غداری " کے مترادف ہوگا ۔

ایک روسی عمرانیاتی جائزے منعقدہ ۱۹۷۲ء کے مطابق چیچن ۔ انگش جمہوریہ میں چھتیس فی صد مذکورہ فاضلین نے طریقے میں شمولیت اختیار کی کیونکہ ان کے والدین اور رشتے دار پہلے ہی طریقے کے رکن تھے اور پینتیس فی صد " ذاتی پسند " کے باعث رکن بنے جب کہ باقی ماندہ پینتیس فی صد نے جواب دینے سے معذوری ظاہر کی ۔

صوفی حلقے فی الحقیقت پوشیدہ نہیں البتہ "مسدود حلقے، یا جماعتیں ہیں۔ فقط ایک مستثنیٰ بیطل حاجی گروہ کی دکھائی دیتی ہے جو مسدود بھی ہے اور مخفی بھی۔ فاضلین عملی طور پر روسی اجتماعی زندگی سے دور دور رہتے ہیں۔ ان کے بچے بالخصوص بچیاں روسی سکولوں میں نہیں جاتیں اور نہ کسی سرکاری نوجوانوں کی تنظیموں کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ فاضلین کبھی کسی کمیونسٹ یا روسی ادارے کی تقریب میں شریک نہیں ہوتے بلکہ عام طور پر جہاں تک ممکن ہو، کافر دُنیا سے روابط رکھنے سے گریزاں رہتے ہیں۔ وہ شاذونادر ہی کسی اجتماعی کام میں حصّہ دار ہوتے ہیں۔ یہ آزاد کارکنوں کے شعبے اور رتبے مثلاً (ٹیکسی یا ٹرک ڈرائیور، ہاتھ کا ہنر وغیرہ) کو ترجیح دیتے ہیں۔ بیطل حاجی ورد کے ارکان اس سے بھی آگے چلے جاتے ہیں اور اگر ہم روسی ذرائع پر یقین کریں تو یہ لوگ سوشلسٹ طرز مملکت کو کاملاً رد کرتے ہیں۔ بعض متشدد گروہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ وابستگی سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔

بیطل حاجی اور وزحاجی فاضلین اپنے ورد میں ہی رہ کر سختی کے ساتھ باہمی شادیوں پر پابند رہتے ہیں۔ نیز یہ فاضلین وہ کھانا کھانے سے بھی انکار کر دیتے ہیں جو ان کی عورتوں نے اپنے کھانا پکانے کے سامان کے ساتھ خود تیار نہ کیا ہو۔ علاوہ ازیں وزحاجی فاضلین مخصوص لباس زیب تن کرتے ہیں جو انھیں اپنے حلقۂ مریدی سے باہر کے (Non-Initiated) بھائیوں سے ممیّز کرتے ہیں، نیز یہ لوگ ایک خاص طرز کی ڈاڑھیاں رکھتے ہیں۔

طریقہ آج بھی ماضی کا روایتی انداز اپنائے ہوئے ہے۔ طریقے کا سربراہ شیخ یا مرشد کہلاتا ہے (ماسوائے وزحاجی گروہ کے) جن کا سربراہ کنتا حاجی کا وکیل (Vekil of Kunta Haji) یعنی نمائندہ کہلاتا ہے، اس کی نمائندگی وکیلوں (Vekils) کے ذریعے ہوتی ہے۔ نیز اس کے احکام ترخیص (Turkhis) اور تماوس (Tamadas) کے ترتیب مناصب کے ذریعے (ایک دوسرے کو) منتقل کیے جاتے ہیں۔ روسی ذرائع کے مطابق حلقوں میں نظم وضبط خاصا سخت ہے اور یہ (نظم وضبط) خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی مثلاً بھاری جرمانہ پہاڑی علاقوں میں میلوں مارچ کرنا وغیرہ کے ذریعے نافذ کیا جاتا ہے۔ روسی ذرائع کے مطابق بیطل حاجی گروہ نے ارتداد کی سزا موت مقرر کر رکھی ہے۔

طریقے میں مرشد کی حاکیتِ مطلق ہوتی ہے۔ یہ حلقے اپنی الگ شرعی عدالتیں لگاتے ہیں اور

زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جو کہ روسی قانون کے سراسر منافی ہے ۔ یطل حاجی گروہ کا ایک " مخصوص فنڈ "
(Special Fund) ہے جو کہ فاضلین کی کمائی کا پانچ یا ساڑھے پانچ فی صد عطیات
پر مشتمل ہے ۔ اس " فنڈ " کا مقصد ان مریدوں یا خاندانوں کی مدد کرنا ہے جو روسی ظلم وستم کا نشانہ
بنے ہیں ۔ ہر مرید اپنے بھائیوں کی زندگی اور آزادی کا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے ۔ بعض حلقے خاص طور پر
یطل حاجی حلقہ ، روسی قوت کے خلاف اپنا دفاع تشدد کے ذریعے کرتے ہیں اور یہ تشدد خاص طور پر
پولیس اور روسی عدالتوں کے ارکان کے خلاف ہوتا ہے ۔

اس تاریخی کردار کا تجزیہ ، بلا کم وکاست کرنا ناممکن ہے جو صوفی حلقوں نے روس میں ادا کیا ہے ۔
تمام روسی اسلامی علاقوں میں ، خاص طور پر شمالی قفقاز میں یہ صوفی حلقے ایک متوازی اسلامی ترتیب
مناصب (Hierarchy) پیش کرتے ہیں جہاں سرکاری حلقے اہل ایمان کی دینی ضروریات کو پورا کرنے
میں قاصر ہیں ۔ داغستان میں کل ستائیس " چالو مسجدیں " (Working Mosque) ہیں اور
چیچین کی تیس لاکھ کی آبادی میں تمام مسلمانوں کے لیے نو مساجد ہیں ۔ جب کہ کل آبادی میں اسی فی صد
مسلمان آباد ہیں ۔ طریقے کے فاضلین نے پوشیدہ طور پر قرآنی مدارس کا جال بچھا رکھا ہے ، جہاں بچوں کو
عربی زبان اور اسلامی علوم کے مبادیات کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ یہ لوگ سینکڑوں غیر سرکاری "عبادت خانے"
(Prayer Houses) بھی چلاتے ہیں ۔ ۱۹۷۰ء میں فقط آذربائیجان کے علاقے
میں سولہ سرکاری مساجد کے مقابل تین سو غیر سرکاری مساجد تھیں ۔ یہ " عبادت خانے " ان مختلف مقامات
عام طور پر صوفی شیوخ کے ان مزارات پر قائم ہیں جو روسیوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے ۔ یہ
مقامات دینی آزادی کے مراکز ہیں ۔ یہ مراکز بارہا حکام نے بند کیے مگر فدا کاروں کی جدوجہد سے بار بار
کھلتے رہتے ہیں ۔

یہ طریقے اپنے آپ کو فقط دینی رسوم کی ادائی تک محدود نہیں رکھتے بلکہ ان کے فاضلین سرکاری
نامزد ، تنخواہ دار اور اسلامی روحانی ادارہ (Muslim Spiritual Board)
کے ماتحت ملاؤں (Clerics) کو بھی تبدیل کر دیتے ہیں ۔ یہ لوگ دینی اور خاندانی رسوم
مثلاً ختنہ کرانا ، شادی ، تدفین اور دیگر تہواروں پر دعا کرنا ، جاری رکھتے ہیں ۔ زیادہ اہم بات یہ ہے
کہ یہ لوگ تبلیغی کام میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے ہیں اور روسی ذرائع کے مطابق اس وقت یہ غیر معمولی طور

مستعد ہوجاتے ہیں جب کہ سرکاری دین دشمن پراپیگنڈے کا مقابلہ مقصود ہو۔

کمیونزم کی فتح کے ۶۷ سال بعد روس میں اسلام اور عیسائیت کے مابین موازنہ کرنا، ایک ترغیب افزا امر ہے۔ آج صوفی تحاریک بہت سے عقیدہ گریز افراد (Dissenters) کے لیے ایک منطقی پناہ گاہ کی نشان دہی کرتی ہیں۔ لیکن عیسائی علاقوں میں وہ لوگ جو سرکاری مذہبی ترتیب مناصب اور ملحد حکومت کے مابین مصالحت سے غیر مطمئن ہیں، دقیانوسی گرجوں کو کئی مختلف العقائد گروہوں کی حمایت میں چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے، جب کہ صوفی حلقے دقیانوسی اسلامی حلقے میں ہی رہے ہیں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے، ان کے قائدین سرکاری تدریج مراتب کی صریحاً مخالفت نہیں کرتے حتیٰ کہ اس وقت بھی جب یہ روسی تسلط کے حضور کاملاً سرنگوں ہوں، یا باہمی انحصار کو مدّنظر رکھتے ہوئے بوینا کسی مفتیت (Buynaksk Muftiat) کے حکام جو شمالی قفقاز میں "سرکاری اسلام" کے کرتا دھرتا ہیں، شاذو نادر ہی "طریقہ" کی سرگرمیوں کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں، جب کہ روسی حکام کی خواہش ہوتی ہے کہ "سرکاری" اور "غیر سرکاری" اسلام کے مابین مخاصمت کو ہوا دی جائے۔ یہ واضح رہے کہ طریقے کی موجودگی ہی "اسلام دشمن مہم" کی کامیابی میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ کیا سرکاری اسلام کو ناقابلِ برداشت دباؤ کا نشانہ بن جانا چاہیئے یا کاملاً سرنگوں ہوجانا چاہیے۔ اہلِ ایمان الحاد قبول نہیں کرتے بلکہ وہ (سرکاری اسلام) ترک کر دیتے ہیں اور پھر معتدل (Moderate) سرکاری اسلام میں، متشدّد روس دشمن جنگجو طریقے (کی مخالفت کے سوا) کچھ باقی نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں طریقے نے مسلسل کوششوں کے باعث مسلمان عوام کو یقیناً دوہرے خطروں سے بچایا ہے جو روس کی دیگر تمام جماعتوں کے لیے بھی خطرہ تھے۔ یعنی سرکاری الحاد یا اعادۂ توہم پرستی، اور مختلف روحیتِ مظاہر (Animistic) سے وابستہ رسوم اور عقائد سے محفوظ رکھا ہے۔

تصوف نے روسی مسلمانوں کے قومی یا ملّی تشخص کو بحال رکھنے کے لیے بھی خاص مدد کی ہے، کیونکہ تصوف نے عوام اور دانش ور پڑھے لکھے طبقے کے مابین دینی عقائد اور احساسات کو محفوظ رکھنے کے لیے نہ صرف مدد کی، بلکہ قومی اور دینی معیارات کے مابین انتشار اور الجھاؤ پھیلانے میں بھی خاصا حصّہ لیا ہے۔ یہ روسیوں اور مسلمانوں کے درمیان تہذیبی اختلافات پر زور دیتے ہیں۔ نیز انھوں نے قفقازیوں اور مرکزی ایشیا اور دریائے (VOLGA) کے علاقوں کے باشندوں میں دینی اتحاد بلکہ سیاسی اتحاد کے شعور کو بھی اجاگر کیا ہے۔

نصف صدی کی جدوجہد کے باوجود، روسی حکام طریقہ میں سرایت اثر ورسوخ حاصل کرنے کے لیے کامیاب نہیں ہوسکے، نہ وہ اہلِ طریقہ کو جیت سکے اور نہ انھیں ختم کر سکے۔ فی الحقیقت روس میں یہ طریقے فقط سماجی اور سیاسی عوامی انجمنیں ہیں جو کمیونسٹ پارٹی سے متعلق نہیں ہیں ۔مسلمان خارجین یا اختلاف رکھنے والوں (Dissenters) کو تصوف نہ فقط ایک مجموعۂ مقاصد، علامات، عقائد اور خداشناسی کی راہ سمجھا تا ہے بلکہ یہ ایک بہت ہی مستعد تنظیم مہیا کرتا ہے جس کا نظم وضبط خود کمیونسٹ پارٹی سے زیادہ پائیدار اور سخت ہے۔ اس طریقے کا وجود یہ ثابت کرتا ہے کہ پرجوش اور ایثار پیشہ افراد کے منظم گروہ اپنے نظریات، نظام تعلیم، انصاف بلکہ اپنے معاشی نظام کے ساتھ، روسی نظام سے " باہر " رہ کر بھی، مسدود حلقوں یا اجتماعوں کی صورت میں نہ صرف زندہ رہ سکتے ہیں بلکہ روس کے ناقابلِ برداشت آلاتِ مظالم کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ بھی کر سکتے ہیں ۔

ہمارے پاس قفقاز میں پائے جانے والے تصوف کے طریقے کے بارے میں معلومات بہت نامکمل ہیں ۔ یہاں آج بھی ایسے سوالات موجود ہیں جو جوابات کے منتظر ہیں ۔ مثلاً قفقازی صوفی اور دیگر صوفی گروہوں کے مابین جو روس میں موجود ہیں یا باہر ہیں، اگر کوئی رابطہ ہے تو کس نوعیت کا ہے ؟ طریقے کے سیاسی مقاصد اگر ہیں تو کیا ہیں اور یہ لوگ روسی حکام کے ساتھ اپنے مستقبل کے روابط کو کس انداز میں دیکھتے ہیں ؟ اس آخری مسئلے پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ صوفی فاضلین کے درمیان مکمل باہمی اعتماد کی فضا موجود ہے ۔ ملحد حکومت کی جانب سے دی جانے والی ایذائیں عارضی مصائب سمجھی جاتی ہیں، جن کے ذریعے خدا پکے اور سچے اہل ایمان کا انتخاب کرتا ہے ۔ کنتا حاجی طریقے کے ایک مبلغ نے حال ہی " اعلان کیا ہے کہ " جلد یا بدیر تمام دُنیا میں دینِ حق (True Faith) کا قیام عمل میں آجائے گا تو کیا پھر ہمیں خدا کے نام کی سربلندی کے لیے مصائب برداشت کرنا بلکہ جان قربان نہیں کر دینی چاہیے تاکہ جنت میں اپنا مقام حاصل کر سکیں "؟

مرکزی ایشیا میں صوفی طریقہ :

ترکستان، رودِ " سردریا " کے جنوب میں واقع وہ علاقہ ہے جو نویں صدی سے دارالاسلام کا سرحدی علاقہ رہا ہے نیز یہ وحشی کفار کی معاندانہ دُنیا، لامذہب، بدھ مت کو ماننے والے یا نسطوری عیسائی (Nestorian) ترک یا منگول قبائل، چینی، بدھ متی جنگارز (Buddhist Jungars)

اور آخر میں روسی، عیسائی یا مارکسی دُنیا کا مقابلہ کرتا رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ صوفی حلقوں نے اس علاقے کی تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ نیز انہی کفار کی یلغار کے خلاف نہ صرف اسلام کی حفاظت کی بلکہ انہی کفار کے درمیان اپنی تبلیغی مساعی جاری رکھیں۔ صوفی فاضلین کی سرگرمیاں قابلِ ستائش ہیں کہ جن کی وجہ سے شمالی آبادیوں میں بسنے والے ترک، تاتار اور بشکیری نیز قازق اور قرغیزی بادیہ نشینوں کے یہاں اسلام نے خاصا رسوخ پایا۔ ہم صاف لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ بارھویں صدی سے مرکزی ایشیا کی تاریخ صوفی طریقے کی سرگرمیوں سے معمور یا بھرپور ہے۔

لیکن سترھویں صدی کے بعد ترکستان جو روسی اور باقی ماندہ ایرانی دارالاسلام سے علیحدہ تھا، تمام میدانوں سے بشمول دینی میدان کے ایک طویل انحطاط کے دور سے گزرا۔ سترھویں اور اٹھارویں صدیوں میں روسیوں کی آمد سے قبل نیز بدھ مت جنگارز (Buddhist Jungars) اور کالمکوں (KALMYKS) کے سوا، کوئی خارجی خطرہ اسلام کے لیے اتنا خوفناک نہ بنا، اور یہی سبب ہے کہ صوفی طریقوں نے اپنے اہم اصولی موقف کو کھو دیا اور اس طرح عمومی انحطاط یا زوال کا شکار ہو گئے۔

جب روسیوں نے ترکستان پر حملہ کیا تھا تو اس وقت وہاں کوئی امام شامل کے مرتبے کا جاذب نظر قائد نہ تھا اور نہ وہاں کوئی ایسی زوردار دینی وابستگی (Orthodoxy) تھی جو قفقازی نقشبندی تحریکِ شریعت کے ہم پلہ ہو اور نہ ہی وہاں جہاد کی روح کارفرما تھی۔ یہی سبب تھا کہ روسیوں کی مرکزی ایشیا کی فتح نسبتاً آسان تر اور تیز تر رہی۔

آج ہم ترکستان میں چار مزید طریقے پاتے ہیں جو سرگرم عمل ہیں۔ ان میں سے تین اصلی باشندوں پر مشتمل ہیں جب ایک "درآمد شدہ" (Imported) ہے۔

نقشبندی طریقہ:

یہ طریقہ چودھویں صدی میں بخارا میں قائم ہوا تھا۔ بہاء الدین نقشبند بانیٔ طریقہ کا مزار بخارا کے جوار میں ہے۔ اگرچہ اسے ایک دین دشمن عجائب خانہ (Anti-Religious Museum) میں تبدیل کر دیا گیا ہے، مگر یہ آج بھی عقیدت مندوں کا مرجع ہے۔ نقشبندی طریقہ تمام ترکستانی طریقوں میں ذی شان ہے۔ اس کے فاضلین نے تیموری اور شیبانی سلطنتوں کے دور میں اور بالخصوص سترھویں صدی میں بدھ حملوں کے خلاف ترکستانی مزاحمت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس دور کے تقریباً تمام

بڑے ترکستانی شعرا نقشبندی تھے، جن میں علی شیر نوائی، عبدالرحمٰن جامی، معصوم قلی اور جلیلی شامل تھے۔ نقشبندی تمام مرکزی ایشیا میں پائے جاتے ہیں۔

کبراویہ :

یہ طریقہ تیرھویں صدی میں خوارزم میں قائم ہوا۔ نجم الدین کبریٰ بانیٔ طریقہ کا مزار ارغنج قدیم میں ہے جو آج بھی مرکزی ایشیا میں مرجع خلائق ہے۔ کبراویہ نے گولڈن ہورڈ منگولوں (Golden Horde) کے بدوی قبائل کو مسلمان بنانے میں ایک اہم کردار ادا کیا تھا۔ آج یہ طریقہ ترکستان میں تقریباً غیر موثر ہے اور خوارزم، جمہوریۂ قراکلپاک، خیوہ اور ازبکستان کے خوارزمی اضلاع تک محدود ہے۔

یساویہ :

یہ بارھویں صدی میں ماوراء النہر کے شمالی حصے میں قائم ہونے والا ایک اور مقامی طریقہ ہے۔ طریقے کے بانی، احمد یساوی کا، جو شاعر بھی تھے، مزار ترکستان کے شہر میں واقع ہے۔ نیز یہ ایک اہم مقام زیارت ہے۔ یساوی طریقے نے بدوی قبائل کو مسلمان بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ بعد ازاں نقشبندی طریقے کے قیام کے بعد اس طریقے کا زوال شروع ہوگیا اور یہ غیر موثر ہوگیا مگر بیسویں صدی میں روسی اور اشتراکی دور میں اس طریقے کو از سر نو زندہ کیا گیا، آج یہ مرکزی ایشیا کے متحرک ترین اور متشدد ترین صوفی حلقوں کی ایک شاخ ہے۔ یساوی زیادہ تر وادیٔ فرغانہ اور قرغیزیہ کے مشرقی حصے میں پائے جاتے ہیں۔

قادریہ :

یہ بارھویں صدی کا طریقہ ہے جس کا قیام بغداد میں ہوا۔ یہ طریقہ ازمنۂ وسطیٰ میں مرکزی ایشیا میں متعارف ہوا، اور دوسری جنگ عظیم کے بعد قازقستان اور قرغیزیہ میں جلاوطن چیچنی اور انگشتی افراد کے ذریعے دوبارہ معروف ہوا۔ شمالی قفقازی قادریہ سلسلے کی سب سے زیادہ متشدد شاخ ہے۔

طریقہ وزحاجی ۱۹۵۰ء کے دھائے میں قازقستان کے قریب قائم ہوا تھا۔ ۱۹۶۰ء کے اوائل میں جلاوطن لوگوں کے جانے کے بعد بھی طریقۂ وزحاجی کے فاضلین مرکزی ایشیا میں رہے۔ یہ مشرق کی سمت قرغیزیہ، شمال مشرق میں چینی سرحد کے ساتھ ساتھ قازقستان میں اور شمال مغرب میں تاتار اور بشکیری علاقوں کی جانب پھیل رہا ہے۔

تاہم یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ ہر ترکستانی طریقہ اپنے ایک مخصوص کردار کا حامل ہے۔ بعض

مستثنیات کے علاوہ (مثلاً وزحاجی طریقہ ، گیسو دراز ایشان کے" ترکستانی طریقوں" نے اپنی انفرادیت کھودی ہے ۔ نقشبندی بلند آواز کے ساتھ ذکر کر سکتے ہیں جب کہ یساوی اور قادری ذکر سّری کرتے ہیں ۔ تاکہ پولیس کی تفتیش سے محفوظ رہ سکیں، لیکن ایک مسلکی توافق عمل (Syncretism) صوفی حلقوں کے درمیان موجود دکھائی دیتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود فاضلین کو نہ پتا چلے کہ وہ کس خاص طریقے سے وابستہ ہیں ۔ انقلاب سے قبل کے نیز دیگر روسی ذرائع اکثر ایشان کذائی (ISHANISM) کی ترکیب تمام ترکستانی طریقے پر لاگو کرتے ہیں ۔

طریقے کی جغرافیائی تقسیم ظاہر کرتی ہے کہ اس کی حرکت اور قوت تین بنیادی عناصر سے عمل میں آئی ہے ۔ اولاً ان کی روسی فتح کے مدِمقابل کم و بیش زوردار مدافعت ہے ۔ آج صوفی حلقوں کا وقار ان علاقوں میں سب سے زیادہ ہے جہاں کفار کے مقابل مدافعت زیادہ زوردار تھی ۔ یہ زور دو علاقوں میں تھا ، وادیٔ فرغانہ اور جنوبی ترکمانستان میں ۔ ان دونوں علاقوں میں نقشبندیوں نے مدافعت کی قیادت کی ۔

اس ضمن میں دوسرا امر آبادی کا سماجی ڈھانچہ ہے ۔ طریقے اور قبائل کے مابین بڑھتی ہوئی امدادِ باہمی کے باعث صوفی حلقوں نے اپنے فاضلین کی رکنیت چند قبائل یا مشترکہ خاندانوں تک محدود کر دی ہے ۔ اس کے نتیجے کے طور پر تصوف تناقصی انداز میں (Paradoxically) سابقہ بدوی علاقوں میں جہاں قبائلی نظام زندہ ہے اور جو انقلاب سے قبل زیادہ مذہبی نہ تھے ، زیادہ زوردار ہے ۔ قرغیزیہ اور ترکمانستان کے علاقوں میں یہی کچھ ہوا ہے ۔

تیسرا امر بلکہ سرکاری اسلامی اداروں میں جہاں عمل کا فقدان ہے ، صوفی حلقے بالخصوص ان علاقوں میں سرگرم عمل ہیں جہاں سرکاری اسلامی ادارے کمزور ہیں ۔ صوفی طریقے ترکمان جمہوریہ میں خاصے مستعد ہیں ۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں صرف چار چھوٹی مساجد کھلی رہ گئی ہیں ۔ نیز قرغیزیہ میں جہاں غالباً پندرہ مساجد سے بھی (جو استعمال ہو رہی ہیں) تھوڑی مساجد رہ گئی ہیں ، جب کہ ازبکستان وہ علاقہ ہے جہاں تقریباً سو مساجد زیر استعمال ہیں ۔

آج صوفی طریقے کے فاضلین دیہی اور شہری پس منظر کے حامل ہیں ۔ دانشور طبقہ بڑھتا دکھائی دیتا ہے ۔ حال میں ہونے والے بہت سے روسی جائزوں کے مطابق فاضلین کی تقریباً نصف تعداد خاندانی وجوہ کی بنا پر طریقے میں شامل ہے ۔ پچیس فی صد ذاتی رائے کی بنا پر ، جب کہ باقی پچیس فی صد نے جواب

دینے سے انکار کر دیا ہے۔

ہماری ترکستانی حلقوں کی معلومات قفقازی حلقوں کی معلومات کی نسبت بہت سطحی ہیں۔ خاص طور پر ہم فاضلین کی تعداد کا اندازہ نہیں لگا سکتے ماسوا ان بالواسطہ حوالوں کے جو حالیہ روسی جائزوں میں تحریر ہیں۔ یہی ذرائع یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مرکزی ایشیا میں "جنونی عقیدت مندوں" کی تعداد کل مسلم آبادی کے گیارہ فی صد کی نمائندگی کرتی ہے۔ جب کہ ۱۹۷۹ء میں (مسلم آبادی) ستائیس ملین یعنی دو کروڑ ستر لاکھ تھی۔ صوفی فاضلین کی پانچ لاکھ کی تعداد بھی معقول دکھائی دیتی ہے، تاہم بعض روسی مصنّفین خیال کرتے ہیں کہ صوفی حلقوں کی صحیح تعداد اس سے کم ہے۔ یہ مصنفین یہ نشان دہی بھی کرتے ہیں کہ بعض علاقوں مثلاً ترکستان کے بعض قبائل کے تمام ارکان صوفی فاضلین سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض دیگر روسی مصنفین سمجھتے ہیں کہ "دراویش" (Dervishes) کی صحیح تعداد زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ ایک روسی ماہر لکھتا ہے کہ صوفی فاضلین "تقیہ" (Taqiya) کرتے ہیں۔ یہ بات وثوق کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ جنھوں نے صوفی ہونے اور صوفی حلقوں سے روابط نہ رکھنے کا عوام میں اعلان کیا ہے وہ تقیہ سے کام لیتے ہوں۔

مرکزی ایشیائی طریقے کی سیاسی سرگرمیاں شمالی قفقازی حلقوں کے روایتی جہاد کے روّیے سے نمایاں طور پر مختلف دکھائی دیتی ہیں۔ بالشویک انقلاب کے آغاز سے ہی، (ان کی) سرگرمیاں ڈرامائی انداز کی ہیں۔ یہ بات خاصی تعجب خیز ہے کہ مرکزی ایشیائی بالشویک وہ افراد تھے، جنھوں نے پہلی دفعہ بعض انتہا پسند صوفی حلقوں کی نقل و حرکت اور سرگرمیوں کو اپنے مفاد کے حصول کے لیے استعمال کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ دو علاقوں —— دریائے وولگا کے دامن میں واقع قازان —— اور وادیٔ فرغانہ کے مشرقی حصے میں دو مفرور بلکہ بدعتی صوفی گروہوں نے نہ صرف بالشویک حکومت کو تسلیم کر لیا بلکہ سرخ فوج کے ساتھ مل کر اپنے ہم مذہب احباب اور ساتھیوں کے خلاف لڑے۔ یہ گروہ اویس کے خدائی فوجدار ہیں جو قازان میں نقشبندیہ سلسلے کی ایک شاخ ہے اور دوسرا گروہ لاچی کی تنظیم تھی جو جنوبی قرغیز یہ یسادیہ سلسلے کا مفرور گروہ تھا۔

لاچی تنظیم ۱۸۷۰ء کے لگ بھگ یساوی شیخ ثانی وار نے قائم کی تھی۔ شیخ ثانی وار بدعتی ہونے کے باعث خان خوقند کے ہاتھوں پھانسی پا گئے تھے۔ خانت کے دینی مقتدرین نے اس فرقے کو غیر اخلاقی

قرار دے دیا تھا جس کے باعث یہ فرقہ زیرِ زمین چلا گیا۔ روسی فتح کے بعد، یہ فرقہ شیخ بابا جان خلیفہ رحمان کو قتل کی قیادت میں دوبارہ ابھرا۔ شیخ بابا جان رحمان کو قتل قرغیزی تھے جن کا تعلق مرغلان سے تھا جنھوں نے مشرقی فرغانہ میں ہجرت کی اور ڈسٹرکٹ باسٹن کے قرغیزی قبیلے جان قیسناق میں تبلیغ کی۔ ہم لاچی تنظیم کے بارے میں ابتدائی تاریخی مرحلے کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ انھوں نے دیگر مسلمانوں کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ رکھنے سے گریز کیا تھا۔ ان کا "ذکرِ جہری" عورتوں کی موجودگی میں احمد یساوی کے حکیمانہ اقوال اور سرود اور رقص کے ساتھ رات کے وقت ہوتا تھا۔ دینی حکام اس فرقے کے ارکان کو غیر اخلاقی اور جنسی بے راہروی میں ملوث ہونے کے الزام میں سزائیں دیتے تھے۔ ان دینی حکام نے روسی منتظمہ کے سامنے ان لوگوں کی مذمت بھی کی۔ انقلاب کے موقع پر اذیتوں کے باوجود لاچی تنظیم نے ایک اہم مگر پوشیدہ گروہ وادیٔ فرغانہ میں قائم کیا، جو مرغلان (Margelan) اور خوقند لوزید کے علاقے میں مسدود حلقوں (Closed Communities) کی صورت میں رہتے تھے۔

لاچی نے دینی آزادی پر سرکاری فیصلے کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے انقلابِ اکتوبر کو نہ صرف خوش آمدید کہا بلکہ وہ دوبارہ کھل کر ظاہر ہوئے۔ مگر مخالف اور ناراض متقی صوفی فرقوں اور نئی بالشویک حکومت کے درمیان تعاون قائم نہ رہ سکا۔ جیسے کہ محبت علی نشان دہی کرتا ہے کہ "کارل مارکس" کے لیے احمد یساوی کی حکمت سے مفاہمت کرنا خاصا مشکل امر تھا۔ اسی طرح ۱۹۲۰ کے دہائے میں سٹالن کی جانب سے کی گئی تطہیر کے دوران میں اویسی فرقے کے لوگوں کو عملی طور پر ختم کر دیا گیا جب کہ اُنھوں نے ۱۹۲۰ء کے برسوں میں روسی قازان کے ساتھ تعاون کیا تھا۔ یہ فرقہ فقط ۱۹۵۰ء کے دہائے میں ہی دوبارہ دریافت ہوا۔ محبت علی مطابق آج کل یہ لوگ لاچی دیہات میں رہائش پذیر ہیں اور وہ علاقے یہ ہیں: رندقند، قستوط، غز، رباط، سور، خاشند، صنغد، قسیق، یارقند، سرد، آرمش اور اوش۔

ناضلین زیادہ تر قرغیزی ہیں۔ یہ فرقہ ایک مکمل "مسدود جماعت" کی نمائندگی کرتا ہے جو سخت فرقہ وارانہ شادیوں کے باعث محفوظ ہے۔ نیز یہ فرقہ آج بھی نہ صرف خوف زدہ رہتا ہے بلکہ دیگر مسلمانوں کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہے۔

ان دو فرقوں کو چھوڑ کر ترکستانی طریقے نے نئی حکومت کے خلاف جدوجہد میں بھرپور حصّہ

لیا۔ بہت سے صوفی باشماکی تحریک میں سرگرمی کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ وادیٔ فرغانہ کے بہت سے قرباشی یساوی شیوخ تھے۔ جیسے اسلام قرباشی، عبدالعزیز مقسوم، ملّا دہقان، خال خوجہ۔

اگر ہم روسی ذرائع پر اعتماد کریں تو یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دو مقبول ترین باشماکی قائد قورشیرماد نقشبندی تھے۔ قومی آزادی کی جنگ میں (جو صحیح معنوں میں کوئی "جہاد" نہ تھی) یہ پرزور عملی حصہ روسی حکومت کے ماتحت ترکستانی تصوّف کی سیاست کاری تھی۔ ایک اور دلچسپ مثال جو بظاہر مہمل ہی سہی وہ یہ ہے کہ وہ قدیم یساوی ہی تھے جو سب سے زیادہ متصوف اور مرکزی ایشیا کے تمام طریقوں کے دنیاوی کاموں میں کم سے کم حصّہ لیتے تھے، وہی سیاست میں سب سے بڑھ کر اور بھرپور حصّہ لینے والے نکلے۔

۱۹۲۰ء کے ابتدائی سالوں میں ایک یساوی مرشد ابوعبدالمطلب سینی بالدیونے جس نے بشماکی جماعت کے خلاف جہاد بھی کیا تھا، وادیٔ فرغانہ کے کسی علاقے میں ایک انتہاپسند پوشیدہ گروہ قائم کر لیا تھا، جس کو روسی ذرائع " اخوتِ ایشانِ گیسو دراز" کہتے ہیں اور غالباً یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ اپنے بالوں کو "ہپی طرز" میں بڑھائے رکھتے تھے۔

ابتدا میں یہ حلقے وادیٔ فرغانہ کے مشرق میں واقع اُدش کے علاقے، ڈسٹرکٹ زادکن، لیسلق، سلوکتو اور قزل قیا کے صنعتی مراکز میں جمع ہو گئے تھے۔ چل غازی گاؤں اس طریقے کا مرکز تھا۔

مجیت علی جو اس حلقے کی تاریخ کے لیے ہمارا ایک اہم ذریعہ ہے، ایشانِ گیسو دراز پر "مجرمانہ اور دہشت پسندانہ سرگرمیوں" کا الزام دھرتا ہے اور ان کو ازبکستان، تاجکستان اور قرغیزیہ میں ایک بہت بڑی روس دشمن بغاوت بھڑکانے کا مجرم ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ بغاوت جس کا بشماکی جماعت کی "مسلح مداخلت" کے ساتھ رابطہ ہے اور اس کے قائدین قرشیرماد، ابراہیم بیگ اور غیرملکی سفیدفام لیڈر تھے۔

۱۹۳۵ء میں اس مخفی حلقے کا نقاب اُتر گیا۔ بتیس قائدین پر بشمول اُن کے شیخ سعدی بلدین کے مقدمہ چلایا گیا اور اُن کو "دہشت پسند، تخریب کار اور انقلاب دشمن ہونے کی وجہ سے پھانسی دے دی گئی"۔ ان کے مقدمات کی تفصیلات ۱۹۳۵ء کے اکتوبر اور نومبر میں "پراودا دوستوکا" (تاشقند) میں شائع ہوئی تھیں۔ اور جسے مجیت علی نے دوبارہ شائع کیا تھا۔ گو روسی ذرائع یقین رکھتے ہیں کہ یہ طریقہ کچل دیا گیا ہے مگر فی الحقیقت یہ لوگ زیرزمین چلے گئے تھے۔ ۱۹۴۸ء میں یہ اعتراف کیا گیا تھا کہ رجعت پسند ملّا

خاصے مستعد ہیں اور ہمیں ان کی حربی حکمت عملی کا کچھ پتا نہیں چلتا ۔"

ایشانِ گیسو دراز زیادہ تر روپوش، سازشی اور کیمونزم کے سخت مخالف ہوگئے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں ان کے گروہ اوش، جلال آباد، ارسلان بہ اور جنوبی قرغیزیہ کے پہاڑوں میں طریقے کے نئے سربراہ مزاری طرسون یے کی زیر قیادت زیادہ مستعد ہوگئے تھے، یہ ۱۹۵۲ء میں بے نقاب ہوئے اور ۱۹۵۹ء میں دوبارہ بے نقاب ہوئے۔ قائدین کو قید کرلیا گیا۔ بعض کو سزا دی گئی۔ جب کہ دیگر قائدین اور مزاری نے باضابطہ اعلان کردیا کہ اُنھوں نے حلقے یا طریقے سے اپنا تعلق منقطع کرلیا تھا۔ لیکن محبت علی ان قائدین کے ارتداد کو مشکوک نگاہ سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ "ان صوفیوں نے سزا کے خوف سے تقیّہ کرلیا ہے۔"

آج گیسو دراز ایشاں حضرات جنوبی قرغیزیہ اور ازبکستان کے بعض شہروں میں دوبارہ سرگرم عمل یا مستعد ہوگئے ہیں۔ فاضلین کی اکثریت قرغیزی ہے جب کہ ازبکی اور تاجکی اقلیت میں ہیں۔ اس حلقے کا ایک باقاعدہ مخفی تنظیم کے ساتھ موازنہ کیا جا سکتا ہے جو روسی پولیس کی جانب سے دخل اندازی کے مقابل کامیابی کے ساتھ محفوظ رہے ہیں۔

روسی ذرائع تمام مرکزی ایشیائی طریقوں کی سرگرمیوں کو گھناؤنا قرار دیتے ہیں۔ بلکہ اُن کے "مجرمانہ کردار" پر بھی اصرار کرتے ہیں۔ یہ یقیناً مبالغہ آمیزی ہے۔ ہمیں اپنی تمام تحقیق میں "صوفی حلقوں" کی کسی مجرمانہ سرگرمی کا واضح ثبوت نہیں ملا۔ ۱۹۸۱ء میں قرغیزیہ کے وزیر اعظم کا قتل دبی زبان میں "دینی مجنونوں" سے منسوب کیا گیا تھا، مگر یہاں کوئی ایسا ثبوت نہیں کہ وہ لوگ واقعی صوفی حلقے کے ارکان تھے۔ تاہم صوفی حلقوں کی دینی اور سیاسی سرگرمیاں دو وجوہ کی بنا پر روسی نظام کے لیے یقیناً تشویش کا باعث ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ صوفی گروہ چھوٹے چھوٹے بے مرکز مسدود حلقے تشکیل دیتے ہیں جو سخت نظم و ضبط کے پابند ہیں۔ یہ کم و بیش روسی سرکاری نظام سے مکمل طور پر اپنا ایک الگ وجود رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا وجود ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ روسی نظام کے باہر بھی جماعتی زندگی کی دیگر صورتیں ممکن ہیں، اور یہ صورتیں مارکسزم کی بجائے اسلام کی اساس پر قائم ہیں۔ یہ بذاتِ خود حکام کے لیے ایک ناقابلِ برداشت جرم ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ طریقے اشتراکیت اور کیمونزم کے خلاف شدید جذبات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان طریقوں کے فاضلین سخت قسم کا دینی اور قومی پراپیگنڈہ جاری رکھتے ہیں، جس کی بہت سی مثالیں روسی

اخبارات میں آچکی ہیں۔ مرکزی ایشیا میں غالباً یہ کمیونسٹ حکومت کی بہت ہی نمایاں مشکل ہے۔

مرکزی ایشیائی طریقوں میں روحانی سرگرمی شمالی قفقازی حلقوں کی نسبت، جو کہ زیادہ مختلف نہیں، بہتر طور پر جانی جاتی ہے۔ ترکمانستان اور قرغیزیہ جیسے علاقوں میں، جہاں بالخصوص سرکاری اسلام کمزور ہے، صوفی حلقے ایک متوازی روحانی تربیت گاہ قائم کر لیتے ہیں، جو حکومت کے قائم کردہ حلقوں کی نسبت زیادہ متحرک اور زیادہ مستعد ہوتے ہیں۔ فاضلین حلقے مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں نیز انھوں نے خفیہ مذہبی مدرسوں کا ایک جال پھیلا رکھا ہے۔ تمام طریقوں کی سرگرمیاں (نسبتاً قفقاز میں زیادہ) مذہبی مقامات کے اردگرد مرتکز ہیں جو عام طور پر صوفی شیوخ کے مقبرے ہیں۔ ترکستان میں یہ مقامات مذہبی زندگی کے حقیقی مراکز کی نمائندگی کرتے ہیں۔ نیز یہ مقامات عام مسلمانوں اور صوفی مسلمانوں کے مابین رابطے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ روسی اخبارات و جرائد ان مقامات کی موجودہ صورتِ حال کے بارے میں معلومات کا انبار مہیا کرتے رہتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقامات حکومت کی جانب سے بارہا بند ہوئے، مگر مسلمان اُنھیں دوبارہ کھلوا لیتے ہیں۔

اختتام:

تفقاز اور مرکزی ایشیا میں صوفی حلقوں کی موجودہ صورتِ حال کا یہ جائزہ نہ صرف مختصر بلکہ سرسری سا ہے جس سے دو مزید سوال اُبھرتے ہیں۔

اولاً یہ کہ اس نئی عزت اور وقار کے پیچھے وہ کیا سبب ہے جو قفقاز اور مرکزی ایشیا کے دانشور طبقے اور عوام کے مابین تصوف کو حاصل ہے، اور یہ وہ عزت و وقار ہے جس پر پراپیگنڈہ تنظیمیں اور ذرائع زیادہ دیر تک پردہ نہیں ڈال سکتے؟ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس بات کی مندرجہ ذیل طریقے یا انداز سے وضاحت کی جا سکتی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ مسلمانوں بلکہ ان افراد کو جو مارکس ازم اور لینن ازم کی واہی روحانیات سے غیر مطمئن ہیں، ان کو تصوف اس جبری دعامت (جدلیاتی مادیّات) کے بالکل برعکس احوال کی نمائندگی کرتا ہے۔ مزید برآں یہ "طریقہ" ایک مکمل اور منظم ڈھانچہ پیش کرتا ہے۔ جو لوگ اس میں شامل ہو جاتے ہیں وہ روسی زندگی کی بے کیف حقیقت سے نہ صرف فرار چاہتے ہیں بلکہ "طریقہ" انھیں ایک دوسری زندگی میں داخل ہونے کی جرأت عطا کر دیتا ہے۔ دو جدید رجحانات نہ صرف دانشور طبقے کے لیے

اس بات کی وضاحت کرتے ہیں بلکہ ان لوگوں کی از سر نو صوفی حلقوں کے ضمن میں دلچسپی کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ سب سے پہلا مسئلہ میراث جوئی (Mirasism) ہے۔ (اسلامی روایتی تہذیب کی از سر نو دریافت کرنا اور اصلاح کرنا ہے) جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ تقریباً تمام ترکستانی شعرا، بارھویں صدی کے احمد یساوی سے لے کر اٹھارھویں صدی کے مکتوم قلی تک، سب صوفی فاضلین تھے اور ان کی شاعری کلاملاً صوفی تصوف سے متاثر اور معمور تھی، جس کی وجہ سے تصوف بڑھتی ہوئی قومی بیداری کا اہم اور مرکزی حصّہ بن گیا ہے۔ دوم یہ کہ آخری دو تین برسوں میں مرکزی ایشیائی دانشوروں کی تہذیبی زندگی میں ایک نئی سوچ نے جنم لیا ہے اور یہ سوچ عام لوگوں کی زندگی میں برابر دلچسپی کا باعث بنی رہی۔ جب کہ پہلے فقط حاکموں اور بڑے آدمیوں تک ہی دانشورانہ دلچسپی محدود سمجھی جاتی تھی۔ احمد یساوی پہلا شاعر تھا جس نے ترکی زبان میں لکھا ہے۔ اس نئی عوامی سوچ کے باعث مرکزی ایشیا کے دانشوروں کا ذہن بالکل بدل گیا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ کیا کردار ہے جو صوفی حلقوں نے مرکزی ایشیا کی زندگی میں ادا کیا ہے؟ روس میں تصوف کا بنیادی کردار یہ ہے کہ اس نے خالص اسلام کو دیگر عقائد میں مدغم ہونے سے محفوظ رکھا۔ اُنھوں نے عوام کو جہاں تک ممکن ہوا دینی تنظیمیں بہم پہنچائیں، یہ تنظیمیں نہ ہوتیں تو ممکن تھا کہ مسلمان اپنے آبا و اجداد کے مذہب کو بھلا دیتے جیسا کہ سوویت یونین کی سلاوی جمہوریہ میں ہوا۔ طریقے نے یہ خدمت متوازی روحانی ترتیب مناصب (Hierarchy) مہیا کر کے انجام دی۔ یہ بات خاص طور سے اہم ہے کہ روسی حکام کے لگاتار اصرار کے باوجود سرکاری اسلامی چہار مفتی سلسلہ مراتب (The Four Muftis) منظم طور پر صوفیانہ اسلام کو (ماسوا چند چھوٹے اور معمولی پہلوؤں مثلاً ذکر کے وقت خواتین کی موجودگی وغیرہ کے) رد کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مرکزی ایشیا اور قفقاز میں بھی صوفی حلقے مستقل قدیم دینی رسوم و روایات اور وہ عادات و اخلاقیات پیش کرتے ہیں جو مخصوص "اسلامی طریقۂ حیات" کی تشکیل کرتے ہیں۔ ان کا یہ اسلوب اُنھیں روسیوں سے ممیز کرتا ہے بلکہ انھیں روسیوں میں مدغم ہونے سے محفوظ بھی رکھتا ہے۔

روس میں تصوف کوئی مختلف اسلام پیش نہیں کرتا ـــــ نہ یہ کوئی فرقہ وارانہ روش ہے اور نہ کوئی کفر و شرک یا افتراق ہے، جیسا کہ روسی ادب اسے پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے ـــــ سادہ سی

بات ہے کہ صوفی فاضلین زیادہ ذمہ دار اور زیادہ متحرک مسلمان ہیں اور عام مسلمانوں کے ساتھ ان کے روابط کو اسی طرح پرکھا جاسکتا ہے، جس طرح کیمونسٹ پارٹی لینن کے مطابق اپنے آپ کو پرکھتی ہے ۔ کیمونسٹ پارٹی اور طریقے کے درمیان فرق صرف یہ ہے کہ آٹھ سو سالوں کی عسکریت کے باوجود صوفی حلقے آج بھی پرجوش، متحرک اور مستعد منظم شکل میں موجود ہیں، جب کہ کیمونسٹ پارٹی فقط ۷۰ سال ہی کی زندگی میں ایک بوجھل (بیوروکریسی بن کر رہ گئی ہے) اور وہ آج کوئی ایسی مستعد مشینری نہیں ہے ۔

اسلام کے خلاف نصف صدی کی سخت اور بے رحم منظم جدوجہد یا مہم نے ثابت کردیا ہے کہ اسلام ظلم وجبر اور دباؤ کے خلاف نہ صرف مقاومت کرسکتا ہے بلکہ روس میں موجود کسی بھی دیگر مذہب کی بہ نسبت زیادہ پائیداری کا اظہار کرسکتا ہے ۔ بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج روس میں اسلام اس انداز سے ظہور پذیر ہے جو اُس اسلام سے جو انقلاب سے قبل تھا، یکسر مختلف ہے ——— بالخصوص وہ شاندار جدید تحریک جو ۱۹۱۷ء کے وقت خاصی حوصلہ افزا تھی، تقریباً غائب ہوگئی ہے، جب کہ بنیاد پرست تصوف آج بھی موجود ہے ۔ آج مؤخر الذکر تنظیم روس میں وہی کردار ادا کر رہی ہے جو اس نے تیرھویں صدی میں اس وقت ادا کیا تھا جب منگول مسلمانوں پر مسلط ہوگئے تھے ۔ نیز اس وقت بھی صوفی حضرات عام افراد کے لیے دین کے نمائندے تھے ——— اور مزارات اسلام کی علامت تھے ۔ مزارات، خانقاہیں، اور ذکر کرنے والوں کے حلقے، ایرانی ترکی اور تاتاری لوگوں کے لیے دین زندہ کے ظاہری پیکر بن گئے تھے ۔